ہم تو ایسے ہی ہیں

صدف اعجاز

انٹرویو شروع ہوئے تقریباً بیس منٹ گزر چکے تھے، وہ کانفرنس ہال کی جانب آیا جہاں پر انٹرویوز منعقد کیے گئے تھے، دروازے کے قریب بیٹھے پیون نے اسے انٹرویو شروع ہونے کی اطلاع دیتے ہوئے کانفرنس ہال کا دروازہ اس کے لئے وا کر دیا۔

انٹرویو شروع ہو چکے ہیں، وہ اس سے باخبر تھا ان فیکٹ رضوی صاحب سے فون پر اس کی آمد کا وقت پوچھا تو اس نے انہیں انٹرویو شروع کرنے کے لئے کہہ دیا تھا۔

انٹرویو جیسی فارمیلٹی میں وہ بالکل مداخلت نہ کرتا تھا مگر پاپا کی غیر حاضری پر ان کے ماتحتوں کے خیال میں اس کی موجودگی ضروری تھی سو ناچار وہ چلا آیا۔

مختلف فیلڈز کے لئے مختلف ویکنسی، پندرہ دن پہلے اخبار میں اناؤنس کی گئی تھی اور انٹرویو کا دن آج کا تاریخ پر تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا، انٹرویو لیتا پینل ایک سیکنڈ کے لئے اس کی طرف متوجہ ہوا، اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں جاری رکھنے کے لئے کہا اور خود خاموشی سے جا کر رضوی صاحب کے ساتھ رکھی گئی کرسی پر بیٹھ گیا جو غالباً اسی کے لئے چھوڑی گئی تھی۔

''محترمہ اس سے پہلے آپ نے اس فیلڈ میں کوئی جاب نہیں کی؟''

''نہیں۔'' اپنے سامنے رکھی گئی فائل پر نظر دوڑاتے اس نے بلال صاحب کو امید وار سے ایک اور سوال کرتے سنا۔

''بنا تجربے کے آپ اس جاب کی ذمہ داریوں کو کیسے سمجھ سکتی ہیں۔'' اس نے انٹرویوز کا

مکمل ناول

جواب جاننا چاہا، فائل سے نگاہ اٹھا کر اس نے مقابل بیٹھے امیدوار کو دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔

جبکہ دوسری جانب بلال صاحب کا جواب دینے کے لئے وا ہوتے لب وہی ٹھہر گئے، دونوں کی نگاہیں ساکت تھیں، اک ہلکی سی پہچان گزشتہ دنوں کی، آنکھوں میں ابھری تھی، روشیل نے مقابل کی نگاہ میں حیرانگی کے ساتھ اک واضح الجھن بھی محسوس کی، انٹرویو لینے والے پینل نے اسے روشیل کو گھورتے پایا۔

بلال صاحب ابھی تک اس کے جواب کے منتظر تھے اسے متوجہ نہ ہوتے دیکھ کر وہ ہلکے سے ہنکارے۔

تمام لوگوں کی خود پر نگاہیں محسوس کرتی، خود کو سنبھالتی اس نے جواب دینے کے لئے لفظوں کو ترتیب دینا شروع کیا مگر وہ ایک لفظ بھی نہ کہہ پائی، اس پل وہ بری طرح سے روشیل کو دیکھ کر الجھ گئی تھی کہ اسے خیال ہی نہ رہا وہ اس وقت کہاں ہے۔

غالباً انٹرویو لینے والے سمجھ گئے تھے کہ اس کے پاس بلال صاحب کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا سو عقیل حقانی نے اپنا سوال کر ڈالا۔

''محترمہ! آپ یہ جاب کیوں کرنا چاہتی ہیں۔'' حقانی صاحب کا لہجہ خاصا سپاٹ تھا، انہیں روشیل کو اس کا یوں ساکت دیکھنا پھر گم صم ہونا پسند نہ آیا تھا، مانا روشیل احمد بہت ہینڈسم، اسمارٹ اور خوبصورت شخصیت کا حامل تھا مگر وہ یہاں مالکوں میں سے تھا، انٹرویو دینے آنے والے لوگ وہ بھی معمولی پوسٹوں کے لئے انہیں یہ حق ہرگز حاصل نہ تھا کہ وہ اسے یوں دیکھ کر یوں ری ایکٹ کریں۔

عقیل صاحب کے سوال کا جواب بھی وہ دے نہ پائی، انٹرویو پینل کی حیرانگی میں مزید اضافہ ہوا جبکہ روشیل کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اسے گھورتے ہوئے خاموشی سے اس کی کیفیت کا باخوبی اندازہ کر رہا تھا، اسے یہ ساری سچویشن مزہ دے رہی تھی، میرب وقار کی تو حواس باختگی لبوں پر پڑا قفل اور سٹپٹاہٹ۔

وہ اپنی ہمتوں کو مجتمع کرتی آہستگی سے بولی۔

''مجھے یہ جاب نہیں کرنی، آپ کا وقت ضائع کرنے پر معذرت، میں جاؤں۔'' اس نے ایک بار پھر نظریں اٹھا کر شناسائی کی ایک ہلکی سی چمک ابھرتی آنکھوں کو دیکھا جو فرصت سے ایک بار پھر اس کو انہماک سے دیکھتے ہوئے محظوظ ہونے لگا، وہ سب ایک بار پھر حیران ہوئے تھے، انہیں لڑکی کی دماغی حالت پر بھی شک ہوا تھا، رضوی صاحب نے شکریہ کے ساتھ اسے جانے کا عندیہ دیا، وہ گود میں رکھے بیگ کو کندھے پر لٹکاتی باہر نکل گئی، روشیل کی مسکراتی نگاہوں نے اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھا تھا، اسے خود پر حیرت ہو رہی تھی، کتنی آسانی سے وہ اسے پہچان گیا تھا خیر پہچان تو وہ بھی گئی تھی، انٹرویو کا سلسلہ ایک بار پھر سے شروع ہو چکا تھا، سر جھٹکتا وہ سامنے بیٹھے نئے امیدوار کی جانب متوجہ ہوا مگر نجانے کیوں اس کا دل اب وہاں سے بھاگنے کو چاہنے لگا وہ ان سب سے ایکسوز کرتا اپنے کمرے میں چلا آیا۔

اک بے نام، عجیب سی کیفیت میں گھرا وہ کھڑکی میں آ کھڑا ہوا سلائیڈر ہٹا کر اس نے نگاہ نیچے دوڑائی تو گیٹ کے قریب گارڈ سے بات کرتی وہ دکھائی دی، وہ گارڈ سے کچھ پوچھ رہی تھی۔

وہ اسی کے بارے میں دریافت کر رہی ہو گی۔

یہ میرا دل و دماغ کیا سوچنے لگے ہیں، اس نے خود کو سرزنش کرتے ایک طویل سانس بھرا پھر سلائیڈر بند کرتا سیٹ پر آ بیٹھا۔

☆☆☆

غائب دماغی سے قدم اٹھاتی وہ سڑک کے کنارے چل رہی تھی، آنکھوں کے پار مسکراتی مذاق اڑاتی نگاہیں اور کانوں کے قریب گارڈ کی آواز۔

''وہ فیکٹری مالک ہیں۔'' گونج رہی تھی۔

''تم ملتے بھی کیسے؟ ہم تو تمہیں کچی سڑکوں اور گلیوں میں ڈھونڈتے رہے تمہارے یہاں ان عمارتوں میں ہونے کا تو گمان بھی نہ گزرا تھا۔'' اسے رہ رہ کر وہ وقت یاد آنے لگا جب بابا نے اسے تلاش کرنے کی مہم کا آغاز کیا، جگہ جگہ ڈھونڈا مگر ناکام رہے۔

کتنا بوجھ تھا ان کے سینے پر، جانے سے پہلے اسے خاص تاکید کی تھی کہ اسے ڈھونڈ کر اس کی امانت لوٹا دوں۔

اور بابا کی وفات کے بعد، اس نے بھی اپنے تحت بڑی کوشش کی مگر ناکامی کے سوا اس کے ہاتھ بھی کچھ نہ آیا تھا۔

جب ڈھونڈنا چاہا تو ملا نہ اور اب جب تلاش بند کی تو سامنے آ کھڑا ہوا۔

''کیا کوئی پانچ سالوں میں اتنی ترقی کر سکتا ہے۔''

''نہیں، تم ہمیشہ سے مجھے مشکوک لگتے تھے، تمہارے بارے میں میری رائے سو فیصد درست تھی۔''

''ہمیں تو اسی وقت اندازہ ہو جانا چاہیے تھا جب تم نے بابا کے علاج کے لئے اتنی بڑی رقم دی تھی، کتنے بے وقوف تھے جو ہم تمہارے بارے میں جان نہ سکیں۔'' اس لمحے وہ حد سے زیادہ حساس ہو رہی تھی مگر دل کو اک سکون تھا اضطراب کے ساتھ بھی، وہ بابا کا قرض اب ادا کر سکتی ہے۔

☆☆☆

''مس میرب وقار۔'' اس نے با آواز سی وی پر موجود اس کے نام کو پڑھا۔

''ہم یوں دوبارہ ملیں گے یہ تو کبھی سوچا نہ تھا اور تم مجھے یاد رہ جاؤ گی، ایسا تو خیال میں بھی نہ گزرا تھا، تم بالکل ویسی ہو جیسی پانچ سال پہلے تھی، کیا تم تب بھی اتنی خوبصورت تھی، جتنی آج مجھے لگی ہو، کیا تم واقعی ہی خوبصورت ہو۔'' اس کے اندر سے صدا اٹھی۔

''تمہیں دیکھ کر، سرسری ملاقات کر کے میں اور میرا دل اتنے خوش کیوں ہیں، پانچ برسوں میں تو کبھی تمہیں نہ سوچا نہ ملنا چاہا مگر یوں یک دم سامنے آنے پر میں کیوں تمہیں دیکھنے کا خواہش مند ہوں، تم کیوں اتنا یاد آ رہی ہو۔'' اسے یاد آیا کے درمیان تو ڈھنگ سے کبھی بات چیت بھی نہیں ہوئی تھی، وہ جب بھی ملے یا آمنے سامنے آئے لڑائی اور طنز کے سوا کچھ نہیں ہوا تھا، ماضی کی کئی یادیں ذہن کے پردے پر ابھرنے لگیں۔

☆☆☆

''پا...... پا...... پا۔'' وین کا ہارن مسلسل بجے جا رہا تھا، تمام اہل محلہ اس آواز پر جاگ گیا تھا مگر جس افتاد کے لئے یہ بج رہا تھا وہ محترمہ دور دور تک آتی دکھائی نہ دے رہی تھی۔

مسلسل بجتے اس ہارن نے اسے آگ بگولہ کر دیا، کوفت سے اس نے سر اٹھا کر کھڑکی کے پار ایک نظر دوڑائی اور پھر بیزاریت سے تکیہ کانوں پر رکھ لیا، ہارن کی شدت میں بتدریج اضافہ ہوتا چلے جا رہا تھا۔

''اب نہیں چھوڑوں گا اس گھٹیا انسان کو۔'' اس نے کانوں پر دھرے تکیے کو زور سے دور پھینکا

اور اٹھ بیٹھا۔
''ال مینرڈ، اسٹوپڈ۔'' سلیپر پاؤں میں ڈالتا وہ ہارن بجانے والے کو مسلسل کوستا باہر نکل آیا، اس کے قدم تیزی سے بیرونی گیٹ کی جانب بڑھے ہی تھے کہ ''ٹھا ٹھک'' زور زور سے سیڑھیاں اترتی محترمہ دکھائی دی، ان کا انداز بالکل راوی چین ہی چین جیسا دکھائی دیا، ذرا سی بھی تو عجلت نہ تھی، وہ سیڑھیاں اتر کر اس کے چہرے پر بکھرے غضب ناک تاثرات دیکھے بنا گیٹ کی جانب بڑھی اور خدا خدا کر کے ہارن بجنا بند ہو گیا، یکدم خاموشی چھا گئی، اب چاروں اور شانتی ہی شانتی تھی، تھکے قدموں سے وہ واپس کمرے میں چلا آیا۔

''ساڑھے سات۔'' سائیڈ شیلف سے راسٹ واچ اٹھا کر ٹائم دیکھا تو چیخ اٹھا۔

ابھی صرف ساڑھے سات بجے تھے، یکدم وہ انتہائی کوفت کا شکار ہوا آنکھ تو کھل گئی تھی اور اب نیند اسے کہاں آنے والی تھی سو بالآخر اتنا طویل دن گزارنے کے لئے اس کے پاس کرنے کو بھی تو کچھ نہ تھا، عام حالات میں تو آدھا دن سو کر گزار لیتا مگر یہ مصیبت ہارن اسے اپنا دشمن محسوس ہوا تھا۔

اک طویل بے زاری سے بھرا سانس لیتا، دن گزارنے کی ترکیب سوچتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

''ٹھک...... ٹھک...... ٹھک۔'' ابھی بامشکل وہ سویا ہی تھا کہ کھڑکی کے باہر آتی آوازیں اس کو اٹھانے میں کامیاب ہو گئیں۔

''تمہیں ٹیسٹ اچھی طرح سے یاد کرنا چاہیے تھا، سارا دن آوارہ گردی کرتے ہو، دو گھڑی بیٹھ کر ڈھنگ سے پڑھ بھی لیا کرو۔'' نان اسٹاپ سیڑھیاں چڑھتی وہ اونچی اونچی بولے چلے جا رہی تھی۔

''اُف یہ لڑکی، کتنا اونچا بولتی ہے۔'' اس نے قدرے کوفت سے سوچا۔

''اس نے تو صبح بجتے ہارن کو بھی مات دے دی ہے۔'' مبالغہ آرائی کی حد کو چھوتا گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے دائیں جانب کروٹ لی تھی، آواز اب قدرے دور اور دھیمی ہو گئی تھی۔

''یقیناً محترمہ اوپر پہنچ چکی تھیں۔'' اس نے اپنے اعصاب پر قدرے سکون محسوس کیا پھر ابھی پلکیں موندی ہی تھیں کہ ٹھک سے اک اور آواز آئی یہ آواز چھت پر کسی برتن کے گرنے کی تھی، شاید فرائی پین گرا تھا، نہیں کوئی دیگچی یا پھر محترمہ خود گری تھیں۔

''اب کیا ہوا؟'' اک بے بسی سے اس نے اپنی بند مٹھی بستر پر ماری۔

''یہ گھر کم ڈربہ خانہ زیادہ ہے۔'' سانس بھی کوئی لے تو آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔

''جانے کب تک اور کتنی دیر مجھے اس گھر میں رہنا ہے۔''

''مما میں آپ کے شوہر کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' اس نے مما کے تصور سے مخاطب ہوتے ہوئے اپنے پاپا کی شکایت کی۔

☆☆☆

وہ اپنے لئے چائے بنا رہا تھا جب ڈور بیل کم ٹرک نما ہارن بج اٹھا۔

''اُف۔'' اس مسلسل ڈسٹربنس نے اس کا موڈ آف کر رکھا تھا، کپ ہاتھ میں لئے وہ دروازے تک آیا، سامنے ہی مالک مکان کھڑے تھے۔

''ہیلو انکل!'' اس نے بحالت مجبوری اخلاق نبھایا۔

''وسلام۔'' جواباً بڑا خوش گوار جواب موصول ہوا۔

''آئی ایم سوری تمہیں خوامخواہ ڈسٹرب کیا، کب سے اوپر کی بیل بجا رہا ہوں شاید بچے گھر پر نہیں ہیں، میں یہاں اندر کی سیڑھیوں سے اوپر چلا جاتا ہوں۔'' وہ اس کی کیفیت سے انجان اپنی معصومیت بھری دھن میں بولے چلے جا رہے تھے۔

انہیں راستہ دیتا وہ سائیڈ پہ ہو گیا، انکل سیڑھیاں چڑھ گئے اور وہ باہر سوکھی سڑی گھاس پر مشتمل لان میں چلا آیا، یہ لان تقریباً آٹھ نو گز کا ہو گا، یہاں پر موجود صدیوں پرانی لوہے کی اکلوتی کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ کچھ اور تو نہیں مگر اس کرسی کے زمانہ قیام کا اندازہ لگانے لگا۔

☆☆☆

ابھی اسے یہاں آئے چار روز ہی ہوئے تھے اور وہ بے زار بدمزاج ہو چکا تھا وہ خود سمیت سب سے اتنا خفا ہو گیا تھا کہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی بھی کرنے کا خیال دل میں نہ لا سکا۔

''اوئے انکل...... انکل۔'' وہ لان میں پڑی آثار قدیمہ کے زمانے کی کرسی پر بیٹھا اپنی سوچوں میں گم تھا۔

جب اپنے گرد اک بازگشت سی سنائی دی، اس نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا مگر کوئی دکھائی نہ دیا۔

''شی...... شیٹ...... ادھر...... اوپر دیکھو انکل۔'' اس نے پلٹ کر گردن اوپر کر کے ٹیرس پر دیکھا، تیرہ چودہ سال کا لڑکا چہرے پر مسکراہٹ سجائے ریلنگ سے نیچے جھانک رہا تھا۔

''تم نے انکل کس کو کہا ہے؟'' اس نے دانت پیستے غصے سے اس کو دیکھا اب وہ اس بچے کو انکل ہرگز نہ تھا صرف چند برس ہی تو بڑا تھا۔

''آپ کو۔'' وہ انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتا بڑے اطمینان سے بولا تھا۔

''میں تمہیں انکل دکھائی دیتا ہوں۔'' وہ اس کا جواب سن کر تپ گیا تھا۔

''دکھائی کیا دینا، میرا مطلب، آپ انکل ہو۔''

''آ...... ا...... اچھا اور تم دودھ پیتے بچے۔'' اس نے دانت پیستے جواب دیا۔

''نہیں میں شاہ رخ ہوں، آپ مجھے شاہ رخ خان بھی کہہ سکتے ہیں۔''

''سوری، مجھے تمہیں بلانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔'' نخوت سے سر جھٹک کر اس نے گردن واپس موڑ لی اور چائے پینے لگا۔

''اوہ انکل، خفا نہ ہو، ان باتوں میں مجھے یاد ہی نہیں رہا، بابا کہہ رہے ہیں آپ رات کو کھانا ہمارے ہاں اوپر نوش فرمائیں۔'' بچے نے لفظ انکل پر خاصا زور دیا تھا۔

''یہ کھانا فری آف کوسٹ یعنی بالکل مفت ملے گا۔''

''نو تھینکس۔'' اس نے قدرے رکھائی سے انکار کر دیا، جواباً وہ جھٹ پٹ وہاں سے غائب ہو گیا۔

''ایڈیٹ، اسٹوپڈ۔'' اپنے مصروف کلمات کا استعمال کرتا وہ ڈربہ نما کمرے میں چلا آیا۔

☆☆☆

سیل فون مسلسل بجے جا رہا تھا، وہ شاور لے کر باہر آیا تو اسکرین پر عازم کا نمبر چمکتا دکھائی دیا، بڑی بددلی سے اس نے اس سیلف فش انسان کی کال ریسو کی تھی۔

''تم زندہ ہو؟''

''اب تک تو، مگر جس دوزخ میں تم چھوڑ کر گئے ہو تمہارے خیال سے مجھے زندہ نہیں ہونا

چاہیے؟'' اس کی بات اور اسے یہاں جھونکنے کے بعد اس کی غیر حاضری اسے آگ لگا گئی تھی، جلا بھنا تو وہ پہلے ہی سے تھا، یہ سب اس کے شان شایان کہاں تھا وہ روشیل احمد ایک مشہور بزنس مین کا اکلوتا بیٹا، کون سی دنیا کی نعمت تھی جو اسے نہ ملی تھی، کون سی آسائش اسے حاصل نہ تھی اور آج وہ اپنے گھر سے دور اس دقیانوسی علاقے میں اپنی زندگی کے مشکل دن اپنی ضد کی وجہ سے گزار رہا تھا۔

''ارے بھیا! یہ تمہارا فیصلہ تھا۔'' دوسری جانب زرہ بھر پرواہ نہ تھی۔

''مگر تم مجھے اپنا مشورہ تو دے سکتے تھے۔'' روشیل کو تپ چڑھی۔

''کیا مشورہ دیتا، پیسے تمہارے پاس نہیں تھے، رہنے کے لئے جگہ اور ایریا تمہیں ایسا چاہیے تھے اور جہاں پاپا، مما تمہارے تمہیں تلاش نہ کر سکیں۔'' عازم کو اس کے تپے انداز پر ہنسی آگئی پھر اس کے روٹھے انداز پر سنجیدہ ہو گیا۔

''یہ گھر نہیں مجھے......'' اس نے دانت کچکچائے۔

''بس......بس......شکر کر بروقت گھر مہیا ہو گیا ورنہ......'' عازم تیزی سے بولا اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

''خیر چھوڑو، اب مشورہ دیتا ہوں، ایکسوز کر لو۔''

''آپ کے مشورے کا شکریہ۔'' اسے عازم کا مشورہ ایک آنکھ نہ بھایا۔

''میرے بھائی! زندگی بڑی مشکل ہے اور تم ان کے عادی نہیں ہو۔'' اس نے بڑی دوٹوک بات کہہ کر فون بند کر دیا۔

☆☆☆

وہ گھر چھوڑ کر آیا تھا، مما سے نہیں پاپا سے لڑ کر گھر چھوڑنے کے بعد وہ کسی دوست، ہاسٹل اور پھر رشتے دار کے گھر نہیں رہنا چاہتا تھا، اسے ایسی جگہ چاہیے تھی جہاں پاپا اسے کم از کم با آسانی ڈھونڈ نہ سکیں، سو عازم کے ساتھ مسئلہ شیئر کرنے کے بعد وہ شہر کے کافی پرانے مگر نسبتاً خاموش علاقے میں یہ گھر تلاش کر سکا تھا۔

عازم صحیح تو کہہ رہا تھا وہ اس ماحول کا عادی کب تھا، کون سا کام اس نے آج تک خود کیا تھا اور اب یہاں رہتے ہوئے اسے اچھی طرح سے اندازہ ہو رہا تھا، ابھی تک تو وہ کھانا آڈر کر کے منگوا لیتا تھا، چائے کے لئے کیٹل، ٹی بیگز، خشک دودھ، چینی اور دوسری استعمال کی اشیاء عازم دے گیا تھا، لیکن اب کپڑوں کی دھلائی کا مسئلہ کھڑا ہونے والا تھا، مگر وہ ان تمام مسائل سے بھاگ کر گھر واپس نہیں جائے گا، وہ گھر سے ایک ماہ کا پلان بنا کر نکلا تھا، اس کے خیال میں پاپا ایک ماہ بعد ہار مان لیں گے اور وہ واپس اپنے محل میں ''ایک ماہ'' آج سے بڑا طویل عرصہ محسوس ہو رہا تھا، اس کی برداشت جواب دے رہی تھی مگر ''ابھی نہیں'' اس نے خود کو باور کروایا اور یہاں رہنے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

☆☆☆

ابھی کتاب کھولی ہی تھی کہ دروازے کا ٹرک نما ہارن بجنا شروع ہو گیا، اس نے بڑے غصے سے کتاب دور پھینک دی اور دروازہ کھولنے میں ڈور تک آیا۔

''انکل آپ؟'' وقار صاحب کو دروازے پر موجود دیکھ کر وہ خود کو نارمل کرتا بڑے مہذب طریقے سے گویا ہوا۔

''تم کھانے پر نہیں آئے تو سوچا تمہیں خود بلا لوں، شاید بھول گئے۔'' انہوں نے اپنی موجودگی کی وجہ بیان کی تو اسے شام میں دی

جانے والی انویٹیشن یاد آئی۔

''انکچولی میں رات کو کھانا نہیں کھاتا۔'' ناچار اسے پل جھوٹ کا ساتھ لینا پڑا۔

''تھوڑا سا کھا لو، رات دیر تک خالی پیٹ پڑھتے ہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے اصرار سے بلاتے بولے۔

''آ جاؤ میں انتظار کر رہا ہوں۔'' ان کے اتنے محبت بھرے انداز پر وہ مزید بحث نہ کر سکا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا ان کے ساتھ ہو لیا۔

''بابا بھی حد کرتے ہیں ہر ایرے غیرے پر اعتبار کر کے اسے گھر میں گھسا لیتے ہیں، کیا جانے کون کیسا ہو انہیں پرواہ ہی نہیں۔'' اندر سے آتی آواز پر وہ بے ساختہ رک گیا، وقار صاحب نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر قدرے ندامتی انداز میں وضاحت کرنے لگے۔

''آ جاؤ بیٹا! تم برا مت ماننا، حالات کچھ ایسے ہیں کہ اب کسی پر اعتبار کرنا مشکل لگتا ہے، مگر میں دھوکا کھانے کے لئے ہی غالباً اعتبار کر لیتا ہوں۔'' انہوں نے لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''کیا کروں برخوردار اپنی عادت ہی ایسی ہے۔'' وقار صاحب بولتے کچن میں چلے گئے، بنا ہوں ہاں کیے اک طائرانہ نگاہ چاروں طرف ڈالتا وہ بیٹھ گیا، اس کمرے کی حالت زار نیچے والے پورشن سے بھی ناقص اور بوسیدہ تھی، پھر مزید وہ اس کمرے کا معائنہ کرتا کہ اندر کچن سے آتی آواز اسے ہلا گئی۔

''بابا! اب آپ وہاں سے ہلنا مت گھر سارا کھلا پڑا ہے اور ہم روز روز مفت کا کھانا نہیں کھلائیں گے، کھانا کھانا ہے تو اس کے چارجز کرائے سے الگ دینے ہوں گے۔'' وہ اک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اتنی انسلٹ۔'' اس کی انا پر کاری ضرب پڑی تھی۔

''آواز ہلکی رکھو، مہمان ہے، سن لے گا۔''

''مہمان یا وبائے جان۔'' وہاں خیال احساس کہاں تھا۔

''میرب!'' انہوں نے اسے قدرے ٹوکنے والے انداز میں پکارا۔

''تمہاری امتحان کی تیاری کیسی جا رہی ہے؟'' وہ ٹرے میں کھانا سجائے باہر آئے اور بڑے خوشگوار فرینک انداز میں گویا ہوئے۔

''بس ٹھیک ہی ہے۔'' بڑی بددلی سے وہ بولا تھا۔

''سی ایس ایس کے بعد کس ادارے میں جانے کا خیال ہے۔'' انہوں نے پلیٹ اسے تھمائی تو وہ آہستگی سے پلیٹ میں چاول نکالنے لگا۔

''یہ تو رزلٹ پر منحصر کرتا ہے۔''

''میرب کی ماں کی وفات کے بعد سے کھانا میں بناتا تھا، بچے دونوں تب چھوٹے تھے، ابھی کچھ عرصے پہلے ہی میرب نے کھانا پکانا شروع کیا ہے، شاید کھانا تمہیں ذائقہ دار نہ لگے۔'' بڑا وضاحتی فقرہ تھا شاید اس کے انداز میں محسوس کی جانے والی بے دلی پر انہوں نے وضاحت ضروری جانی تھی۔

''او نو انکل! اٹس گڈ۔'' بڑی مشکل سے اس نے خود کو کنٹرول کیا تھا، پھر کھانے کے دوران انکل وقار ہی بولتے رہے جواباً وہ صرف سر ہلانے پر اکتفا کرتا رہا اسے خود پر حیرت تھی اس میں اتنا ضبط کہاں سے آ گیا نہ وہ اپنی مرضی کی بھرپور زندگی بسر کرتا آج...... ''خیر کبھی کبھی ٹائم اور حالات سے سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔'' کھانا کھاتے ہوئے اس نے خود کو تسلی دی۔

"قہوہ پیو گے؟" برتن سمیٹتے ہوئے وہ اس سے پوچھنے لگے۔

"نن...... نہیں انکل!" مزید کچھ سننے کی تاب اس میں نہ تھی سو انکار میں عافیت جانی ویسے بھی وہ کافی پینے والا قہوہ کہاں پیتا مگر انکل کو کیا بتاتا۔

"مجھے اجازت دیجئے اور کھانے کا شکریہ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں بیٹا، یہ تکلف نہیں۔" اس کے شکریہ کہنے پر وہ اسے ٹوک گئے اور وہ قدرے مشکور سی شکل بنا کر نیچے چلا آیا۔

☆☆☆

دھڑ...... دھڑ...... دروازہ مسلسل بجتا جا رہا تھا، آنے والا اپنی پوری طاقت سے اسے کھولنے کے در پر تھا۔

"کتنے جاہل ہیں یہاں کے لوگ۔" جوتے پہنتا وہ دروازے تک آیا۔

"اب کیا آفت ٹوٹ پڑی۔" دروازہ کھولا تو سامنے موٹی موٹی آنکھیں لئے بھاری بھرکم جسم کی عورت پورے بتیس دانتوں کی نمائش کیے کھڑی تھی۔

"فرمائیں کیا تکلیف ہے؟" بڑی بدتمیزی سے وہ بولا تھا۔

"ہائے صاحب...... آ...... آپ یہاں رہتے ہو۔" آنے والے نے اس کا لہجہ نظر انداز کر دیا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ اکیلے رہتے ہو جی۔" اس نے آنکھیں پٹکائیں۔

"واٹ نان سینس۔" وہ قدرے رکھائی سے چلایا تھا۔

"میرا نام رانو ہے، میں یہاں کی صفائی کرتی ہوں، ایک ہفتے کی چھٹی پر تھی، میرب بی بی نے نئے کرایہ داروں کی آمد کا بتایا تو ملنے کا بڑا اشتیاق ہوا اور مل کر تو بڑا اچھا لگا، آپ اتنے سوہنے ہو اور اچھی اچھی شکلیں دیکھ کر طبیعت پر اچھا افاقہ ہوتا ہے۔"

"کام کی بات کرو۔" اسے اس کے تعارف میں قطعاً دلچسپی نہ تھی۔

"آپ نے صفائی نہیں کروائی مجھ سے۔" بالآخر وہ مطلب کی بات پر آ گئی تھی۔

"نہیں۔" اسے اس کی بلاوجہ کی مسکراہٹ سے الجھن ہو رہی تھی۔

"نہیں۔" جواباً وہ اسی کے انداز میں بولی پھر اس کے چہرے پر پھیلے تاثرات دیکھتی کہنے لگی۔

"اچھا! ناراض نہ ہو نہیں کروائی تو نہ سہی پر پیسے تو دیں۔"

"پیسے، جب صفائی نہیں کروائی تو کس چیز کے پیسے۔" اسے سامنے والا ہرگز نارمل نہ لگا سو بڑے روڈ لہجے میں دریافت کیا گیا۔

"آپ کا صحن دھویا ہے۔" وہ دوپٹہ کا کونہ انگلیوں میں گھوماتی مسکراتی بولی۔

"میرا صحن۔" اب کی بار وہ حیران ہوا۔

"جی یہ اپنا باہر والا ویڑہ، میں نے ہی تو لشکا لشکا کر صاف کیا ہے بالکل چمک گیا ہے آپ کی طرح۔"

"میں یہاں کرائے دار ہوں یہ صحن میرا نہیں۔" اس کی چکنی چپڑی باتیں بمعہ اس کے انداز اسے سخت زہر لگ رہی تھیں۔

"میرب باجی کہہ رہی تھی جو نیچے رہے گا صحن بھی اسی کا ہے۔" وہ اسے میرب نامہ سے آگاہ کر رہی تھی اور اس کا میٹر گھوم گیا سو بڑی رکھائی سے کہنے لگا۔

"تو پھر مجھ سے پوچھ کر اس کی صفائی کی تھی پیسے بھی اب ان سے ہی لو۔" یہ اوپر والوں کی بیٹی تو صرف پیسوں کی ہی بات کرتی تھی۔

"لالچی۔"

"لو جی وہ بڑی شے ہیں، ایک روپے بھی نہیں دیں گی۔" اسے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا دیکھ کر وہ بڑے راز دانہ انداز میں میرب کی عادات کا پرچار کر رہی تھی۔

"اچھا...... اچھا بس دے رہا ہوں۔" وہ اس مزید بحث سے اکتا گیا تھا سو عافیت پیسے دے کر جان چھڑانے میں جانی اور پیسے لینے اندر چلا گیا۔

"یہ لو۔" تقریباً دو منٹ بعد وہ واپس آیا اور اسے پیسے پکڑائے۔

"یہ کیا صاحب دو سو روپے تو دو۔" رانو بی نے بڑا منہ بنایا۔

"لیتے ہیں تو لو اور اب جاؤ یہاں سے اور سنو، آئندہ یہ پورچ میرا مطلب صحن دھونے یا صاف کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔" اس نے سو پکڑایا، حکم جاری کیا اور جان چھاڑنے کی سعی کی۔

"تو یوں گندہ ہی رہنے دوں۔" بڑی معصومیت سے گویا ہوئی تھی۔

"ہاں۔" وہ قدرے زور سے چلایا تھا۔

"مگر جی......" اس سے پہلے کے وہ مزید گوہر افشانی کرتی وہ دروازہ بند کر گیا۔

☆☆☆

واش روم کے نل میں پانی نہیں آ رہا تھا اس کا موڈ بری طرح آف ہو گیا مین ڈور کھول کر وہ باہر آیا تو گیٹ کے قریب مسٹر شاہ رخ خان کو برف کا گولا کھاتے دیکھا۔

"سنو یہ واش روم میں پانی کیوں نہیں آ رہا؟" بامشکل خود کو کنٹرول رکھتا وہ اپنی آواز کو نارمل رکھتا پوچھ رہا تھا۔

بچے نے گولا زبان سے رگڑتے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔

"یوں گھور کیوں رہے ہو؟ میں تم سے بات کر رہا ہوں۔" اسے گھورتا پا کر وہ سوالیہ نشان بنا۔

"انکل! آپ پاکستان کے کس شہر سے آئے ہیں؟" اس کے چہرے پر پھیلے غضب ناک تاثرات اگنور کرتا وہ گولا چوستا اپنی دھن میں پوچھ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟" اس کے پوچھے گئے سوال پر وہ حیران تھا۔

"کہیں اسے میرے بارے میں معلوم تو نہیں ہو گیا۔" اس نے خود کلامی کی۔

"مطلب یہ کہ پاکستان کے اہم مسائل میں پانی کا فقدان اور لوگوں کی پانی تک ناممکن رسائی اہم ترین مسئلہ ہے۔"

اس کی باتیں وہ خاک سمجھتا جس نے اپنی چوبیس سال کی زندگی میں ایسے مسائل صرف سنے ہی ہو، ان سے ہم کنار ہونا تو دور کی بات۔

"اب میں اس مسئلے کا حل کیا نکالوں۔"

"اتنا سمپل ہے یہاں سے دو سو گز کے فاصلے پر نہر ہے وہاں جا کر نہا آئیں زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔" گولا چوستے عظیم مشورے سے نوازا گیا۔

"واٹ؟" اس کی آواز کافی بلند تھی۔

"اگر مشورہ پسند نہیں آیا تو پانی آنے کا انتظار کیجئے۔" وہ بدستور گولا چوستا باہر نکل کر بھاگ گیا، دانت پیستا وہ اندر چلا آیا۔

☆☆☆

"یہ انتہائی درجے کی بدتمیزی ہے، وہ یہاں

کرایہ دے کر رہ رہا ہے اور ایسا سلوک۔" غصے میں بڑبڑاتا وہ کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک مارچ کرتا تلملا رہا تھا، جتنے شریف وقار صاحب تھے اتنے گھٹیا یہ دونوں بہن بھائی۔

بات کچھ بھی نہ تھی، ہمیشہ کی طرح پانی بند تھا اسے وقار صاحب دکھائی دیئے، اس نے ان سے پانی کی عدم دستیابی کے بارے میں استفسار کیا، بڑی حیرت سے ان کی آنکھیں پھیلی تھیں۔

"تم موٹر آن کر لیتے۔" بڑا معصوم انداز لئے وہ بولے تھے۔

"کون سی موٹر؟" اب حیرت کا جھٹکا اسے لگا تھا۔

"یہاں موٹر کے بغیر پانی نہیں آتا، میں تمہیں سوئچ دکھا دیتا ہوں جب پانی نہ آئے تو اسے آن کر لینا۔" وہ اسے اوپر کے پورشن کی جانب جاتی سیڑھیوں کے نیچے موجود سوئچ بورڈ دکھاتے بولے پھر انہوں نے بٹن آن کیا اور ایک شور چاروں اور گونج اٹھا۔

اسے یہ شور ناگوار ضرور گزرا لیکن کم از کم اس کے بدلے پانی کی فراہمی تو ممکن تھی، ان کا شکریہ ادا کرتا وہ واپس آ کر واش روم میں نہانے گھس گیا، پھر ابھی وہ شاور ہی لے رہا تھا یکدم سے پانی بند ہو گیا، پانی اور موٹر کے بند ہونے پر اس نے کھڑکی کی جانب کسی ذی روح کی موجودگی محسوس کی وہ تیزی سے کھڑکی کی جانب آیا جو اوپر جاتی سیڑھیوں کے نیچے تھی، اگرچہ اسے کچھ دکھائی نہ دیا تو تمام لحاظ اک طرف کرتا وہ زور سے چلایا۔

"مسٹر شاہ رخ خان موٹر آن کرو، بند کیوں کی ہے۔"

"موٹر بجلی سے چلتی ہے اور بجلی کا بل آتا ہے اور یہ بل ہم ادا کرتے ہیں۔" شاہ رخ کی بجائے جواب مس صاحبہ کی جانب سے وصول ہوا تھا۔

"اور اس کا استعمال بھی صرف تم لوگ ہی کر سکتے ہو۔" وہ شدت ضبط سے دانت پیستا گویا ہوا۔

"آپ صحیح سمجھے ہیں۔" وہاں کمال اطمینان بے مروتی موجود تھی، اس کا جی چاہ ایک زور کا چھانپڑ اس کے منہ پر مارے مگر اس وقت وہ بڑا بے بس تھا، سو خود کو قابو میں رکھتا بڑے تحمل سے بولا۔

"او کے، پر اس وقت تو اسے آن کرو۔"

"کیوں، پہلے اس کے استعمال کی ادائیگی پھر یہ چلے گی۔" وہ وہی سیڑھیوں کے قریب کھڑی تھی روشیل باتھ روم کی کھڑکی نما روشن دان سے اس کی تھوڑی بہت جھلک دیکھ سکتا تھا۔

"ہر وقت پیسے۔" وہ جھنجھلا اٹھا۔

"نہا تو لوں پھر ہی دوں گا۔"

"موٹر بھی ادائیگی کے بعد آن ہو جائے گی۔"

"مس میں شاور لے رہا ہوں باہر آ کر پیسے دے دوں گا۔" وہ اس کی ہٹ دھرمی پر بری طرح سے چڑ گیا تھا۔

"زیادہ فالتو بات نہیں۔" اس کا گستاخ انداز اسے مزید سلگا گیا تھا۔

"کیسے دوں پیسے؟ کیا یونہی۔" وہ قدرے رکا پھر گویا ہوا۔

"او کے، آپ کمرے میں تشریف لے آئیں اور بیڈ سائیڈ پر پڑے والٹ میں سے نکال لیجئے پیسے۔" اسے یہی آپشن مناسب لگی سو لہجے کو متوازن رکھتا بولا۔

"میں کیوں اندر آؤں، آپ باہر تشریف

لائیں۔" اب کے وہ ٹپٹائی پھر کندھے اچکاتی واضح الفاظ میں انکار کر گئی۔

"نہ آپ اندر آ سکتی ہیں اور نہ میں باہر آ سکتا ہوں۔" وہ بے بسی سے گھٹی گھٹی آواز میں غرایا۔

"او کے دونوں میں سے جو دل کریں آپ بتا دیجئے، میں رضا مند ہوں۔" اب کے مزید بحث ختم کر کے اس نے ہتھیار ڈال دیئے، سر پر موجود شیمپو کو تولیے سے صاف کرنے لگا جب جھٹ سے پانی آنا شروع ہو گیا، صد شکر کرتا، اک طویل سانس بھر کر اس نے اس کو صلواتیں سنائی تھیں۔

☆☆☆

صبح سے یہ بادلوں نے اندھیرا مچا رکھا تھا، آسمان پر دھماکے تو یوں ہو رہے تھے جیسے کئی توپیں ایک ساتھ چل رہی ہوں، تیز تیز ہواؤں کا شور، آندھی نے ساری سڑک کا کچرا پورچ میں لا پھینکا تھا، شاپر، کاغذ، پتے اور رنگ برنگی دھجیاں شام ڈھلے بارش شروع ہو گئی ہر چیز ڈھل کر صاف اور نکھر گئی تھی۔

روشیل نے کھڑکی سے بارش کا زور و شور دیکھا، پھر کچن کا رخ کیا سردیوں کی اس بارش نے مزید سردی بڑھا دی تھی، نرم ٹھنڈے خوشگوار موسم کو وہ کافی پی کر انجوائے کرنا چاہتا تھا، اس نے کچن کی کھڑکی کھول دی، تیز پھوار سرسر کرتی اندر آنے لگی۔

دور سے نماز عشاء کی آواز تیز بارش میں کبھی دھیمی اور کبھی اونچی سنائی دیتی ماحول میں قدرے ارتعاش سا پیدا کر رہی تھی، کافی پھینٹ کر اس نے کیتل میں دودھ گرم کیا اور کپ ڈال کر وہ کمرے میں چلا آیا، کافی پینے کے ساتھ ساتھ وہ کمرے میں ہی واک کرنے لگا۔

بارش قدرے تھمی تو شاہ رخ اور بابا مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے چلے گئے، اپنا کام ختم کر کے وہ لاؤنج میں بیٹھی بابا اور شاہ رخ کا انتظار کرنے لگی سردیوں کی گہری ہوتی رات، دور دور تک پھیلی خاموشی اسے اداس کر گئی تھی، بارش ایک بار پھر زور و شور سے شروع ہو چکی تھی، دور بڑے زور سے بجلی کڑکی اور ساتھ ہی لائیٹ چلی گئی، اندھیرے اور تنہائی سے ویسے ہی اس کی جان جاتی تھی، چمکتی بجلی گرجتے بادل اوپر سے چاروں اور اندھیرا وہ یکدم سے گھبرا گئی، سائیں سائیں کرتی سناٹے کو چیرتیں آوازیں ایک زور دار چیخ کے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی، آنکھیں بند کیے وہ چیخنے لگی تھی۔

"مس کیا ہوا؟"

"آپ چلا کیوں رہی ہیں؟" اپنے قریب آواز پر اس نے آنکھیں کھول دیں اور اگلے پل ہی اسے اپنی آنکھیں کھولنے پر افسوس ہونے لگا، موبائل کی ٹارچ ہاتھ میں لئے روشیل سامنے کھڑا اسے حیرت سے چیختے دیکھ رہا تھا جو ہولے ہولے لرز رہی تھی۔

"آپ چیخ کیوں رہی ہیں؟" روشیل کے پوچھنے پر اس نے اطراف میں دیکھا، باہر سنائی دیتا طوفان کا شور اور کمرے میں پھیلا اندھیرا بدستور موجود تھا۔

"میرا خیال ہے آپ ڈر گئی ہیں۔" روشیل کے مسکرانے پر اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا، وہ ابھی تک کانپ رہی تھی۔

"آپ اتنی ڈرپورک ہیں کہ اندھیرے اور بادل گرجنے سے ڈر گئیں۔" روشیل کا مذاق اڑاتا انداز اسے سخت برا لگا تھا، وہ بے ساختہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی تبھی بابا اور شاہ رخ اندر آتے دکھائی دیئے وہ بھاگ کر ان کے سینے سے جا لگی۔

ہانکنے لگے اور اسے کیسے پتہ کہ میں امیر آدمی ہوں۔'' وہ مزید کوئی کہانی اسکرپٹ کرتا روشیل اسے ٹوکتا ہوا اس سے قیاس کرنے لگا۔

''بھئی آپ کی چال ڈھال، رنگ روپ، آپ کے مزاج، ناز نخرے بھی انداز کہتے ہیں آپ ایک امیر بزنس مین کی اکلوتی اولاد نرینہ ہیں۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتا اسے چھیڑنے لگا۔

''عازم اسٹاپ اٹ۔'' اسے یہ مذاق ہرگز اچھا نہ لگا تھا۔

''میرے پاس اتنا فضول کا ٹائم نہیں کہ اپنے ہی لینڈ لارڈ کی بیٹی اور اس کی حرکتیں ڈسکس کرتا پھروں۔'' دو ٹوک انداز میں بڑا وضاحتی جواب تھا، اس پل وہ اتنا روڈ ہو گیا کہ عازم نے چپ کر جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔

☆☆☆

''روش! تم ہی ضد چھوڑ دو۔'' تھک ہار کر مما کی ممتا نے ہی اس سے رابطہ کر ڈالا اور اب وہ اسے گھر واپسی کے لئے منا رہی تھیں۔

''نو مم۔'' وہ بلا کا ضدی ثابت ہو رہا تھا۔

''تمہارے پاپا اتنی آسانی سے ہار نہیں مانے گے۔'' وہ اسے اس کی ضد چھوڑنے پر مجبور کر رہی تھیں اور وہ پیچھے ہٹے گا نہیں وہ سوچ چکا تھا۔

''مم! مجھے بزنس مین نہیں بننا۔''

''میں جانتی ہوں اور تمہاری خواہش کا احترام بھی کرتی ہوں، تم ہمارے ایک ہی بیٹے ہو یہ سب کون لک آفٹر کریں گا تمہارے پاپا کی ہیلتھ بھی اب اتنی اچھی نہیں رہتی۔'' مما نے اک اموشنل وار کیا تھا۔

''یہ اکلوتا ہونا جرم بن گیا ہے۔'' وہ مما کے جذباتی پن پر بڑی بے زاری سے بولا تھا۔

''ایسے نہیں کہتے۔'' بے اختیار وہ تڑپ اٹھیں۔

''میں صبح ارباز کے ہاتھ پیسے بھجوا دوں گی، اپنا خیال رکھنا میری جان۔'' بالآخر ان کی ممتا نے ہار مان لی تھی، اتنے دن گھر سے دور نجانے وہ کن حالات میں رہ رہا ہو گا، شہزادوں کی طرح اسے پالا تھا انہوں نے۔

''جب مما کی باتیں دل کو لگیں تو گھر واپس آ جانا۔'' اپنی بات مکمل کر کے انہوں نے فون بند کر دیا۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو گھورا اور دل ہی دل میں پاپا کے تصور سے مخاطب ہوا۔

''سوری پاپا، اس بار مان جائیں پھر کبھی تنگ نہیں کروں گا۔''

☆☆☆

مما نے پیسے بھجوا دیئے تھے اور وہ انکل وقار کو ان کا کرایہ دینے اوپر آیا، ہلکے سے دروازے کو لاک کر کے وہ آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔

''کون؟'' اندر سے ابھرتی آواز اسے بد مزہ کر گئی۔

''روشیل!'' ناچار بڑے آرام سے جواب دیا۔

''پرنس آف ڈریم لینڈ۔'' جواباً اس نے میرب کو کہتے سنا تھا۔

''محترمہ مجھے وقار انکل سے ملنا ہے۔'' وہ اس کے منہ ہرگز نہیں لگنا چاہتا تھا۔

''انکل یہاں تو کوئی انکل نہیں رہتے، وہ غالباً نیچے رہتے ہیں۔'' یہ دونوں بہن بھائی اسے اعلیٰ درجے کے بدتمیز لگنے لگے تھے۔

نجانے خود کو کیا سمجھتے تھے، بلاوجہ کے چیپ مذاق اوٹ پٹانگ حرکتیں اسے بالکل اچھی نہ لگتی تھی وہ جتنا بھی فارمل رہتا وہ اتنا ہی سر پر سوار نظر آتے جھٹ سے دروازہ کھول دیا گیا، سامنے ہی محترمہ لڑنے مرنے کے انداز میں رخ روشن لئے کھڑی تھیں۔

''اب پھر آپ ایک نئے بہانے کے ساتھ آئے ہوں گے، آپ کے پاس پیسے نہیں، دو ماہ تک کرایہ ادا کر دیں گے وغیرہ وغیرہ۔''

''بات تو سن لیجئے۔'' اسے نان اسٹاپ کمنٹری کرتے دیکھ کر وہ آہستہ سے بولا۔

''سنائیں۔'' بڑا لگاوٹ بھرا انداز تھا۔

''سنانا نہیں، کرائے کے پیسے وقار صاحب کو دینے ہیں۔'' اپنی ہی بات کی درستگی کی اور سپاٹ لہجے میں بولا۔

''پورے ہیں۔'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے روشیل کو دیکھا۔

''اگر پڑھی لکھی ہیں تو گن لیجئے۔'' اب کی بار وہ طنز کے نشتر چلانے سے خود کو روک نہ پایا، آرام سے بات کرو تو بھی محترمہ کا دماغ ٹھکانے نہیں۔

''اگر...... اگر سے کیا مطلب ہے، میں اس ملک کی پڑھی لکھی معزز شہری ہوں۔'' آنکھیں پھیلائے وہ تپ کر بڑبڑائی اور پھر جو صلواتیں شروع ہوئیں تو وہ پلٹ کر سیڑھیاں اتر گیا، آگ لگانا مقصود تھا جو لگ چکی تھی اب جلنا محترمہ کا نصیب تھا۔

☆☆☆

وہ اپنی اس گھر میں لگی بندھی ڈل روٹین سے بری طرح عاجز آ گیا تھا، سو خود کو فریش کرنے کے لئے عازم کے ساتھ وہ کلب تک کھانا کھانے چلا گیا، گیارہ بجے کے قریب ان کی واپسی ہوئی، وہ گاڑی سے نکل کر عازم کی سائیڈ پر آیا۔

''سو اتنے سارے دنوں میں کیا سیکھا۔'' روشیل نے کھڑکی سے جھانکا تو عازم پوچھنے لگا۔

''اُف، ایک اذیت ناک تکلیف۔'' وہ تکلیف سے بڑبڑایا۔

''جنت سے دوزخ تک کا سفر۔'' ایک طویل، ٹھنڈا گہرا سانس بھرتا وہ گویا ہوا تھا۔

''کسی نے خوب کہا ہے ہوم سوئیٹ ہوم۔'' آنکھیں موندے اس نے اپنے گھر کا پرسکون ماحول محسوس کیا تھا، تبھی گیٹ کھول کر میرب باہر آئی اور بنا انہیں دیکھے مین سڑک کی جانب ہو لی۔

''یہ اس وقت کہاں جا رہی ہے؟''

''مجھے کیا معلوم، تمہیں ان کا پی اے لگتا ہوں۔'' اس نے لاعلمی سے کندھے اچکائے تھے پھر قدرے غصے سے عازم کو گھورا۔

''پوچھ تو سہی۔'' عازم نے اسے پوچھنے کے لئے اکسایا۔

''سوری مجھے کوئی شوق نہیں اپنی عزت کروانے کا۔'' اس نے ٹکا سا انکار کر دیا۔

''او کے میں پوچھتا ہوں۔'' رات کے اس پہر اسے یوں اکیلا جاتا دیکھ کر عازم کی ہمدردانہ رگ پھڑک اٹھی تھی۔

''ایکسکیوز می مس......'' عازم نے اس کے پیچھے جا کے قدرے بلند آواز میں اسے پکارا۔

''آپ اس وقت اتنی رات کو کہاں جا رہی ہیں۔'' ہمت کر کے وہ بڑے شرافت آمیز لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''آپ سے مطلب؟'' مگر لحاظ وہاں کہاں تھا وہ کاٹ کھانے والے انداز میں بولی تو روشیل بمشکل مسکراہٹ ضبط کرتا دل میں عازم سے کہنے لگا۔

''شاباش عازم تیار رہ جوتے کھانے کے لئے۔''

''نہیں میرا مطلب...... آپ کو کوئی ہیلپ......'' اس نے ہمت نہ ہاری اور اسے متوجہ کرنے کی وجہ بیان کی گئی۔

''میرے بابا شام سے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں، وہی جا رہی ہوں اب آپ مطمئن ہو تو جاؤں۔'' تھوڑی تمیز اور شرافت کا مظاہرہ ہوا پھر یکدم اپنے پرانے انداز میں واپس آتی وہ عازم سے کہہ رہی تھی، عازم اور روشیل دونوں چونکے تھے۔

''انکل اور ہاسپٹل میں۔'' میرب کی بات سن کر وہ بے ساختہ ان دونوں کے قریب چلا آیا۔

''خیریت کیا ہوا انہیں؟''

میرب نے باری باری نگاہ دونوں پر ڈالی پھر آہستگی سے صرف اتنا ہی بولی تھی۔

''ہارٹ اٹیک۔''

''مس...... آپ برا نہ مانے تو ہم آپ کو ڈراپ کر دیتے ہیں۔'' عازم بولا تو روشیل نے عازم کی ہمت کو سلام کیا۔

''ہم انکل کو بھی مل لے گے۔'' اس کی خاموشی پر وہ مزید آگے بڑھا۔

''آپ کا جب جی چاہیے، جائیں میں خود چلی جاؤں گی۔'' اس نے ہاتھ میں بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور مڑ گئی۔

''پلیز سسٹر رات کافی ہو گئی ہے، ہم ویسے کافی شریف شہری ہیں، آپ ہم پر بھروسہ کر سکتی ہیں۔'' عازم ہمت ہارنے والوں میں سے نہ تھا جبکہ روشیل خاموش کھڑا اصرار اور انکار کا مذاکرہ دیکھ سن رہا تھا۔

''آئیں۔'' اسے سوچ و بچار میں الجھے دیکھ کر وہ بڑے مہذب انداز میں کار کی جانب مڑا تو ناچار میرب نے قدم اس کے پیچھے بڑھا دیئے، روشیل نے کامیاب مذاکرات پر عازم کو دل ہی دل میں داد دی۔

وہ دونوں دھیرے دھیرے آپس میں بات چیت کر رہے تھے تبھی روشیل کی نگاہ بیک ویو مرر میں اٹھیں۔

''یہ ہم سے ڈر رہی ہیں۔'' آنکھیں بند کیے وہ منہ میں کچھ پڑھ رہی تھی، عازم کے ہاسپٹل کا نام پوچھنے پر وہ چونکی پھر آنکھیں کھول کر اس نے عازم کو ایڈریس بتایا، بے ساختہ میرب کی نگاہ مرر میں خود پر مرکوز روشیل کی جانب اٹھیں تو اس نے جلدی سے نگاہ چرائی اور باہر بھاگتی اکا دکا گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔

☆☆☆

انکل کی حالت کافی سیریس تھی، رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بج رہے تھے روشیل نے اک نگاہ ہاتھ میں بندھی گھڑی پر ڈالی اور پھر آئی سی یو کوریڈور کارنر میں موجود بینچ پر بیٹھے شاہ رخ اور میرب کو دیکھا، اسے اس وقت انہیں اکیلے چھوڑ کر جانا مناسب نہ لگا، گردن موڑ کر اس نے ساتھ کھڑے عازم سے کہا۔

''تم گھر جاؤ، رات کافی ہو گئی ہے۔''

''اور تم......؟''

''میں ان کے پاس رکتا ہوں۔''

''پیسے وغیرہ تو نہیں چاہیے۔''

''نہیں میرے پاس ہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''ان کے کوئی رشتے دار وغیرہ نہیں۔''

''اس وقت ان کی حالت ایسی نہیں، صبح تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''او کے ٹیک کیئر۔'' عازم اسے بائے بائے کہتا وہاں سے چل دیا اور وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا کوریڈور کے کارنر میں موجود ایک خالی بینچ پر آ بیٹھا، نگاہ اٹھا کر چاروں اور دیکھا تو

ہسپتال کی حالت زار اپنے سرکاری ہونے کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہی تھی، رات کے اس پہر بھی مریضوں سے زیادہ مکھیوں اور مچھروں کا راج نظر آیا، یہ بھی حقیقی زندگی کی اک شکل پر آسائش زندگی میں اس کے پاس ان جگہوں کو دیکھنے کا وقت ہی کب تھا اس ملک کے زیادہ تر بدقسمت لوگ ایسے ہی ہسپتالوں میں اپنی ڈوبتی زندگیوں کو بچانے کے لئے آتے تھے، بے ساختہ اسے اپنے اور ان کے لائف اسٹائل کا فرق واضح نظر آیا۔

''سوری پاپا! میں نے آپ کا دل دکھایا۔''

تبھی نرس آئی سی یو سے باہر آ کر وقار صاحب کے رشتے داروں کو متوجہ کرنے کے لئے زور زور سے ان کا نام پکارنے لگی، بے اختیار اٹھتا وہ میرب اور شاہ رخ کے برابر آ کھڑا ہوا۔

''یہ میڈیسن لا دیں۔'' اس نے ان کے سامنے دوائی والی پرچی بڑائی تو ہاتھ بڑھا کر میرب سے پہلے روشیل نے تھام لی اور بنا کچھ بولے وہ میڈیسن لینے چل دیا۔

☆☆☆

انکل کی طبیعت صبح سنبھلی تو وہ گھر آ گیا، تھکن سے نڈھال وہ بستر پر لیٹتے ہی نیند کی وادی میں گم ہو گیا، قریباً ساڑھے بارہ بجے اس کی آنکھ کھلی تو پہلا خیال اسے وقار انکل کا ہی آیا، وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا اور ہاسپٹل جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔

راستے سے سینڈوچ اور جوس کے دو پیکٹ لے کر وہ ہاسپٹل پہنچا تھا آئی سی یو کی دیوار کے ساتھ شاہ رخ اور میرب کو کھڑے پایا، وہ ان کے نزدیک چلا آیا، دونوں نے سر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا پھر میرب نے نگاہ بائیں جانب موڑ لی جبکہ شاہ رخ کی خود پر مرکوز نگاہیں دیکھ کر وہ انکل کی طبیعت کے بارے میں قیاس کرنے لگے۔

وہ دونوں اسے بڑے اداس اور خاموش محسوس ہو رہے تھے، اس پل وہ جس سچویشن سے گزر رہے تھے اسے اندازہ تھا، اگرچہ وہ ان کا غم نہ تو کم کر سکتا تھا اور نہ ہی ختم کر سکتا تھا مگر شیئر کرنے کی سعی سی اس نے ضرور کی تھی انسانیت کے ناطے جبکہ ان کے درمیان صرف کچھ دنوں کی شناسائی ہی تو تھی۔

''آپ دونوں کچھ کھا لیجئے، انکل کی کیئر کے لئے آپ میں انرجی ہونا ضروری ہے۔'' وہ پیکٹ شاہ رخ کو تھماتا انکل کو دیکھنے چلا گیا۔

مشینوں کے زیر اثر انکل گہری غنودگی میں تھے، کافی دیر وہ وہی کھڑا رہا پھر بیڈ سائیڈ پر موجود رپورٹس اٹھا کر پڑھنے لگا۔

''بائی پاس۔'' ڈاکٹرز نے بائی پاس تجویز کیا تھا وہ بھی بنا تاخیر کے، فائل واپس رکھ کر وہ باہر آیا تو ان دونوں سے کہنے لگا۔

''آج رات آپ دونوں گھر چلے جائیں میں انکل کے پاس ٹھہر جاؤں گا۔''

''نہیں روشیل بھائی ہم ٹھیک ہیں اور تھکے تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ خود کو فریش ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگا تو روشیل خاموش ہو گیا، اسے اتنا اصرار کرنا بھی اچھا نہ لگ رہا تھا، ان سے جان پہچان تو دن ہی کتنے ہوئے تھے۔

وہ ہاسپٹل کے کوریڈور میں داخل ہوا تو میرب اسے ڈاکٹر کے پاس کھڑے دکھائی دی، نگاہیں دوڑا کر اس نے شاہ رخ کو ڈھونڈنا چاہا، مگر وہ اسے کہیں نظر نہ آیا۔

''بی بی زیادہ انتظار ان کے لئے مناسب نہیں تقریباً آدھا خرچا ہاسپٹل دے رہا ہے آدھا آپ ادا کر دیجئے، اس سے زیادہ ہسپتال کا بجٹ نہیں ہوتا۔'' اپنی بات مکمل کر کے ڈاکٹر صاحب چل دیئے، ناچار ست قدموں سے وہ وہاں سے

ہٹنے لگی تھی، بے اختیار وہ پکار اٹھا۔

''مس!''

''کتنے پیسے چاہئیں؟'' اس کے متوجہ ہوتے ہی وہ بڑے مہذب انداز میں پوچھنے لگا، میرب نے تھکن سے بوجھل آنکھیں اٹھا کر لمحہ بھر کو اسے دیکھا وہ کن حالات سے گزر رہی ہے اسے بتانا ہر گز منظور نہ تھا۔

''سنیں میں آل ریڈی کافی اپ سیٹ ہوں مجھے مزید پریشان مت کیجئے۔'' کس کا غصہ کس پر نکل رہا تھا، پریشان وہ اپنے بے بس ہونے اور حالات پر تھی اور نشانہ وہ بے چارہ بن گیا۔

''واٹ! میں آپ کو کیوں پریشان کروں گا۔'' اب کے اسے اس کی دماغی حالت ہر گز صحیح نہ لگی، میرب کو اس کی آواز میں غصہ، خفگی اور نجانے کیا کیا محسوس ہوا تھا مگر عادت سے مجبور وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھی۔

''ہم آپ کے خلوص کی قدر اور با قاعدگی سے ہاسپٹل آمد پر دل سے مشکور ہیں آپ......''

''اس کی ضرورت نہیں یہ جو آپ اتنی بڑی بڑی لفاظی جملے بول رہی ہیں ان کے معانی بھی معلوم نہیں آپ کو۔''

''اونہہ قدر کرتی ہیں آپ خلوص کی۔'' نخوت سے وہ اسے گھورتا مڑ کر چلا گیا، میرب کی نگاہوں نے نا چاہتے ہوئے بھی دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

☆☆☆

''یہ اتنی رقم تمہیں کیوں چاہیے۔'' اس نے مما سے پیسوں کا تقاضا کیا تھا، اتنی رقم مما کے لئے دینا نا ممکن نہ تھا مگر ایک دم یوں مانگنا انہیں حیران کر رہا تھا۔

''مجھے ضرورت ہے۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''روش، تم ٹھیک تو ہو، میری جان، مما کو نہیں بتاؤ گے۔'' اب وہ اس کی آواز میں افسردگی محسوس کرتیں پریشان ہونے لگیں۔

''مم! میں ٹھیک ہوں، میرے دوست کو چاہیے۔'' ان کی بے قراری پر وہ تیزی سے وضاحت دینے لگا۔

''تمہارے فرینڈ کو......'' وہ پھر چونکی تھیں، اس کے سارے فرینڈز اس کی طرح ویل آف اور امیر والدین کی اولاد ہیں، جبھی ان کے ہاتھ سے احمد سے فون تھام لیا۔

''اپنی ضد چھوڑ دو ور گھر آ جاؤ، جتنے پیسے چاہو گے دوں گا۔'' وہ بظاہر بڑے نرم لہجے میں بول رہے تھے، جواباً اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی کئی ثانیے دونوں جانب خاموشی چھائی رہی غالباً دونوں نے ایک دوسرے کی کتنے دنوں بعد موجودگی محسوس کی تھی پھر اس نے پاپا کو کہتے سنا۔

''جتنی رقم چاہیے ارباز کو کہہ کر بھجوا دو۔'' وہ ان کا بیٹا تھا اگر اس پل وہ اپنی ضد میں اس کی فرمائش پوری نہ کرتے تو کون کرتا بھلے سے وہ ناراض ہو۔

''جی۔'' حیرت میں ڈوبی مما کی آواز ابھری اور حیرانگی تو اسے بھی ہوئی تھی، مما نے پیسے صبح بھجوانے کے لئے کہا، دھیرے سے خدا حافظ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

اگلے ہی دن اس نے بائی پاس کے لئے درکار تمام رقم ہاسپٹل میں جمع کروا دی اور رسید شاہ رخ کو تھمائی تو وہ حیرت زدہ اسے دیکھے گئے۔

''ابھی نہیں، انکل خیریت سے ٹھیک ہو کر گھر آ جائیں پھر اس معاملے پر بات کریں گے۔'' اس کے وا ہوتے لب دیکھتا وہ تیزی سے کہا، شاہ رخ کا کندھا تھپتھپاتا وہ ہلکے سے مسکرایا تھا اور دور کھڑی میرب کو اس کے مشکوک کردار ہونے پر کوئی شبہ باقی نہ رہا تھا۔

☆☆☆

ایک ہفتے بعد انکل خیریت سے گھر واپس آ چکے تھے، شیشے میں خود پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتا وہ اوپر انکل سے ملنے چلا آیا، اس نے دھیرے سے دروازہ لاک کیا، ایک منٹ رک کر کسی نے آنے کا انتظار کیا، وہاں سے کوئی رسپانس نہ ملا تو ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا، سامنے ہی محترمہ کھڑی دکھائی دی۔

''ہیلو۔'' جواباً وہاں سے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا گیا اور اس کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔

''انکل!'' اس نے سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا اور اب کی بار جواب ہاتھ کے اشارے سے دیا گیا، وہ اندر کمرے میں چلا آیا، اسے دیکھ کر وقار صاحب خوشی سے کھل اٹھے۔

''تم نے ہماری بہت مدد کی ہے۔'' بڑا ممنونیت بھرا لہجہ تھا اور اسے ان کا مشکور و ممنون انداز اچھا نہ لگا تھا سو بے اختیار انہیں ٹوک گیا۔

''ارے نہیں انکل! آپ ایسا مت کہیے۔''

''کچھ دن آرام کر لوں پھر تمہارا قرض تمہیں ضرور لوٹا دوں گا۔''

''آپ اس کے لئے پریشان مت ہوں۔'' اس نے یہ پیسے واپسی کے لئے تو نہ دیئے تھے بس انسانیت کے ناطے وہ ان کی مدد کر رہا تھا، وہ اللہ کا شکر گزار تھا کہ اس نے اسے اس قابل بنایا کہ وہ کسی کے کام آ سکا تھا۔

☆☆☆

ابھی وہ دروازے پر دستک دینے ہی والی تھی کہ دروازہ کھل گیا اس کا ہاتھ ہوا میں لہرا گیا تھا اس نے جلدی سے ہاتھ نیچے کر لیا تھا۔

''جی فرمائیے۔'' روشیل اسے حیران نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''وہ بھائی۔ جی......'' اس کے منہ سے بے ساختہ بھائی نکل گیا تھا، جبکہ وہ کہنا کچھ اور چاہ رہی تھی۔

''میں آپ کا بھائی نہیں ہوں اب فرمائیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''دوسرے معنوں میں بکو جو بکنا ہے۔''

''وہ میرا مطلب تھا۔'' وہ بے حد گھبرا گئی۔

''بات تو ابھی آپ نے کی نہیں اور مطلب پہلے سمجھانے بیٹھ گئیں۔'' انکل کی بیماری کے بعد اس کی شاہ رخ سے کافی دوستی ہو گئی تھی مگر میرب سے تعلقات اسی روش پر قائم تھے۔

''میں آپ سے یہ کہنے آئی تھی کہ......''

''اب کس چیز کے پیسے ادا کروں۔'' وہ پھر اس کی بات کاٹ گیا تھا۔

''کم بخت بات تو پہلے پوری سن لو۔'' وہ دل میں اس سے مخاطب ہوئی۔

''ہماری اتنی بڑی مدد کا شکریہ اور مگر اتنی بڑی رقم آپ کے پاس کہاں سے آئی؟'' وہ جلدی سے کہہ گئی مبادا وہ پھر کچھ بول اٹھے، کئی دنوں کا دماغ میں ادھم مچاتا سوال بھی ساتھ کر ڈالا۔

''وہ آئی سی دیکھئے محترمہ......'' اس نے سیٹی کے انداز میں ہونٹ سکڑے۔

''میرے پاس دیکھنے دکھانے کا ٹائم نہیں۔'' اب کے وہ اس کی بات کاٹ گئی تھی اور جلدی سے اپنے پرانے انداز میں بولی۔

''او کے یہ شکریہ وغیرہ رہنے دیجئے اور رہا جواب دوسرے سوال کا تو اپنے کام سے کام رکھیں۔'' اس نے ٹھاہ سے دروازہ بند کر دیا، میرب نے گھور کر بند دروازے کو دیکھا۔

''مشکوک آدمی۔'' وہ جھٹ سے بڑبڑائی، دروازے کے دوسری جانب روشیل نے میرب

کے الفاظ باخوبی سنے اور بے اختیار مسکرا اٹھا۔
بالآخر وہ اسے زچ کر گیا تھا۔

☆☆☆

رات بھر ہونے والی بارش نے اس علاقے میں آفت سی مچا دی تھی، سڑکوں پر گھٹنوں تک کھڑا پانی اور جہاں پانی نہ تھا وہاں کیچڑ، عازم سے اس نے گاڑی گلی کے کونے پر ہی روکنے کے لئے کہا تھا، گلی کی حالت کافی خراب تھی اور اسے مجبوراً یہاں اترنا پڑا، اسے ہائے ہائے کرتا وہ خود کو کیچڑ سے ہونے والی پھسلن سے بچاتا دھیرے دھیرے چلنے لگا، جب نگاہ دوسری جانب میرب پر پڑی وہ اپنے ہی دھیان میں چلی جا رہی تھی۔

آج کل وین آنا بند ہو گئی تھی شاید وہ اسکول خود ہی چلی جاتی تھی، محترمہ استاد کے عہدے پر فائز تھیں، روشیل نے ایک دو بار سرسری انداز میں دیکھا، اچھی خاصی کاپیوں کی تعداد ہاتھ میں تھامے اردگرد سے بے نیاز چل رہی تھی۔

گیٹ کے قریب آ کر وہ دونوں رکے، میرب نے چونک کر اپنے دائیں طرف دیکھا، وہ اس سے بے نیاز گیٹ کو دیکھ رہا تھا۔

میرب آگے بڑھ کر گیٹ کے بالکل نزدیک آ کھڑی ہوئی پھر گیٹ اور پلیئر کے درمیان موجود جگہ سے بازو اندر ڈال کر لاک کھولنے کی کوشش کرنے لگی وہ خاموشی سے کھڑا اس کی حرکات سکنات ملاحظہ کرتا رہا تھا، وہ گیٹ کھولنے کی مسلسل کوشش کر رہی تھی۔

''شاید یہ ہمیشہ گیٹ ایسے ہی کھولتی ہیں۔'' اس نے سوچا۔

''او...... چھ۔'' جبھی اک ہلکی سی چیختی آواز کے ساتھ اس نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا اس کے ہاتھ کے ساتھ دوسری جانب کیا ہوا ہو گا یقیناً وہ بے خبر تھا مگر اس کے چہرے پر پھیلی کوفت اور بے زاری اسے مزہ دے گئی، وہ ہنوز کھڑا مسکراتا رہا، میرب نے ہاتھ سے گرتی پڑتی کاپیوں کو مضبوطی سے تھاما۔

''میں کوشش کروں۔'' بڑے مہذب انداز میں وہ پوچھ رہا تھا۔

دھیرے سے بنا دیکھے وہ سائیڈ پر ہٹ گئی، جیب سے چابی نکال کر روشیل نے لاک کھول دیا، لیڈیز فرسٹ کے فارمولے کے تحت وہ خود سائیڈ پر ہوا پھر اسے پہلے اندر جانے کا اشارہ کیا گیا، اندر داخل ہو کر میرب نے گردن گھما کر گیٹ کی اندرونی سائیڈ لاک کے قریب نظر ڈالی تو کچھ ہی فاصلے پر موجود چیز دیکھ کر اس نے بے اختیار جھرجھری لی۔

''یہی اس کے ہاتھ سے ٹکرائی ہو گی۔'' روشیل نے اس کی نگاہوں کا تاقب کیا پھر اس سے ٹکرانے والی چیز پر نگاہ پڑتے ہی بے ساختہ مسکرا اٹھا اور خود کو کہنے سے روک نہ پایا۔

''آپ چھپکلی سے بھی ڈرتی ہیں۔'' بڑی معصومیت سے وہ پوچھ رہا تھا، میرب نے اس کا چہرا دیکھا اور اس کے لفظوں پر غور کرنے لگی۔

''یہ بھی کیا مراد ہے۔'' اس نے سوچا اور پھر جھٹ سے اس اندھیری رات کا منظر یاد آ گیا۔

''آپ سے مطلب؟'' اس نے گھورا جواباً نفی میں سر ہلاتا وہ بامشکل اپنی مسکراہٹ کو روک پایا تھا۔

☆☆☆

''اور پیسے تو نہیں چاہیے۔'' مما اس سے فون پر مزید رقم تو درکار نہیں کے بارے میں قیاس کر رہی تھیں۔

''نو مم۔''

''یہ میں نہیں تمہارے پاپا پوچھ رہے تھے۔''

مما نے اسے چونکایا تو وہ مسکرا اٹھا، پاپا کا یہ انداز اسے بے حد بھا گیا۔

''ان سے کہہ دیجئے گھر آ کر بتاؤں گا۔''

یکدم وہ ہر چیز سے بے زار ہو گیا اور اس نے واپس جانے کا فیصلہ کر ڈالا۔

''کیا...... کیا کہا تم نے۔'' ادھر مما کی خوشی قابل دید تھی۔

''میں گھر واپس آ رہا ہوں مم، آپ دونوں میری جنت ہیں۔'' فون بند کر کے اس نے ان دونوں کے تصور سے اظہار محبت کیا۔

پاپا نے اسے بے جا ضد سے نہیں بلکہ پیار سے اپنی بات منوالی تھی، وہ مما کو اپنی واپسی سے آگاہ کر چکا تھا سو اپنے اندر پھیلے اطمینان کو محسوس کرتا سو گیا، بس آج کی رات وہ اپنے گھر اپنے بیڈ روم میں ہو گا اس کا موبائل مسلسل بجے جا رہا تھا اس نے ریسو کرنے سے پہلے وقت دیکھا دو بج رہے تھے، اسکرین پر چمکتا نمبر پاپا کا تھا، اس نے جلدی سے فون ریسو کیا۔

''روشلو۔'' وہ رو رہے تھے وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔

''رامین از نو مور۔'' بنا کسی تمہید کے وہ بولے تھے

''پاپا!'' اس کے لب پھڑپھڑائے، وہ کیا بول رہے تھے اسے کچھ سمجھ نہ آیا، رامین اس کی بہن مر چکی تھی۔

''میں گاڑی بھیج رہا ہوں۔'' وہ اب قدرے اپنے آپ کو سنبھال چکے تھے۔

''رامین کا لندن میں ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔'' وہ دھیرے دھیرے اسے بتانے لگے اور اس کے حواس گم ہوتے جا رہے تھے، کتنے پل سکتے کی حالت میں وہ یونہی بیٹھا رہا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی، باہر بجتا گاڑی کا ہارن اسے ہوش و حواس میں واپس لے آیا، وہ تیزی سے بستر سے اٹھا والٹ میں موجود تمام پیسے سائیڈ شلیف پر رکھتا کانپتے ہاتھوں سے شکریہ کے چند حروف انکل کے نام لکھتا، وہاں سے چلا آیا، رامین کی موت سے مما، پاپا کو نڈھال کر دیا تھا، وسیع عریض پھیلا بزنس، رامین کے بچے اور جانے کیا کیا ذمہ داریاں اس پر آن پڑی خود کو سنبھالتا وہ اتنا بزی ہو گیا کہ اسے وہ تین ماہ اور وہاں کے مکین یاد ہی نہ رہے اور مصروفیت میں وہ سب کچھ بھولتا چلا گیا۔

☆☆☆

''نہیں بھولا تو کچھ بھی نہیں۔'' اک نظر صرف ایک نظر میں وہ اسے پہچان گیا تھا، وہ شناسا سا چہرا، اس سے یوں کبھی ملاقات ہو گی وہ اجنبی سپاٹ وجود، اک بے نام سی الجھن تھی، اک بے نام سا احساس تھا، نا سمجھ میں آنے والا جذبہ، اس کی زندگی میں آ کر ٹھہر گیا تھا، اسے خود پر حیرت ہوئی۔

وہ اسے یاد تھی ہو با ہو اس کا برف سا سپاٹ چہرا، انداز و اطوار گہری ڈری، سہمی، آنسوؤں سے بھری گھورتی آنکھیں اور وہ سب ملاقاتیں جو ان کے درمیان ہوئی تھیں، وہ ہرگز خوشگوار نہ تھیں، مگر اسے یاد تھیں۔

''اگر وہ کہیں وہ اس کے ذہن میں محو خیال بھی تھی تو اب کیوں وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچے چلا جا رہا ہے۔'' موبائل پر اس کا نمبر ڈائل کرتا ہاتھ بے اختیار رک گیا۔

میرب وقار اس کی یادداشت میں اس حد تک محفوظ تھی کہ پانچ برسوں میں اسے کبھی خیال نہ گزرا تھا، اس پل وہ عجیب کیفیت کا شکار ہو رہا تھا۔

☆☆☆

وہ گیٹ کے قریب آ کر رکی، چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی گیٹ وا کر دیا، بچے لان میں تھے اسے باہر ہی ان کے کھیلنے کودنے کی آوازیں باخوبی سنائی دے گی تھیں، اندر قدم رکھتے ہی نگاہ پورچ میں کڑی سفید کار پر پڑی، اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا، آزر صاحب کی گھر پر موجودگی اسے بدمزہ کر گئی، اس نے دائیں جانب کھیل میں مگن بچوں کو دیکھا اور پھر نظر ہٹانا بھول گئی۔

''یہ کیوں بار بار ٹکرا جاتا ہے۔''

''جب اسے ڈھونڈا تب تو ملا نہیں اور اب یونہی ہر جگہ نظر آنے لگا ہے۔''

''ہر جگہ۔'' یہ اس کی سوچ نے سراسر مبالغہ آرائی کی انتہا کر دی تھی، پانچ سالوں بعد وہ اس سے دوسری بار ٹکرایا تھا، انٹرویو والے دن اور اب یہاں آزر صاحب کے گھر جہاں وہ پچھلے چار ماہ سے ٹیوشن پڑھا رہی تھی۔

''ہیلو مس!'' ارحم اسے دیکھ کر دور سے چلایا اور پھر اس کی جانب چلا آیا، ارقم اور وہ بھی اسے دیکھ چکے تھے اور اب اس کی طرف ہی آتے دکھائی دیئے۔

''مس یہ ہمارے ماموں ہیں۔'' ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی مس سے متعارف کروایا۔

''ہیلو۔'' بڑی سرسری سی نگاہ ڈالتی وہ دھیرے سے بولی تھی۔

''اب پڑھائی کرنے چلیں۔'' وہ بچوں کو دیکھتی انہی سے مخاطب تھی، روشیل کو اس کے لہجے اور انداز میں گہری اجنبیت سی محسوس ہوئی تھی، ویسے اس میں حیرت کیا تھی وہ اجنبی تو تھے ہمیشہ سے ایک دوسرے کے لئے۔

''او کے بچوں اب میں بھی چلوں گا آپ کے نانا، نانو میرا ویٹ کر رہے ہوں گے۔'' وہ بھی اسے اگنور کرتا دونوں کے گالوں کو چومتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھا تو وہ بچوں سمیت اندر چ[ل] آئی۔

☆☆☆

پچھلے دس منٹ سے وہ بچوں کا ویٹ کر ر[ہی] تھی، اس نے اگ نگاہ ہاتھ میں بندھی گھڑی [پر] ڈالی، جبھی دروازہ کھول کر آزر صاحب کمر[ے] میں داخل ہوئے۔

''سوری آپ کو انتظار کی زحمت اٹھا[نی] پڑی۔'' وہ بڑی خوش اخلاقی برتتے مسکرا[ئے] تھے۔

''بچے۔'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیک[ھا] تھا، میرب کو ان کے ضرورت سے زیادہ التفا[ت] شو کرنے پر بے حد الجھن اور خوف محسوس ہوتا تھ[ا] ان کی گھر میں غیر موجودگی ہی اسے سکون بخش[تی] تھی سوجھٹ سے اس نے پوچھا۔

''بچے...... ہا...... ہا۔'' انہوں نے برجست[ہ] قہقہہ لگایا۔

''وہ آج نہیں پڑھیں گے، ایکچولی وہ ا[پنے] نانو کے گھر گئے ہوئے ہیں۔'' وہ اس کے مقاب[ل] صوفے پر بیٹھ گئے۔

''پھر میں چلتی ہوں۔'' وہ تیزی سے ا[ٹھ] کھڑی ہوئی۔

''نہ...... نہ...... نا رکیں، چائے پی[کر] جائیں۔'' اس روکتے وہ اس کے قریب آ گئے [تھے] ملازم چائے کی ٹرالی سمیت حاضر ہوا۔

''مم...... میں چائے نہیں پیتی۔'' اسے ا[س] طرح کے تکلفات وہ بھی مالکوں کی طرف [سے] ہرگز نہ بھاتے تھے۔

''تو تم سینڈوچ وغیرہ ہی لے لو۔'' لحاظ[کی] تمام حدیں پھلانگتے وہ آپ سے تم تک پہنچ [گئے] تھے، وہ اب اس کے مزید قریب آ گئے تھے۔

''بیٹھ جاؤ میرب۔'' اسے یونہی تذبذب[کی] کیفیت میں کھڑے دیکھ کر وہ قدرے نرمی سے بولے پھر پلیٹ میں پزا کا سلائس رکھ کر اس کی جانب دوبارہ آئے۔

''میں خود ہی لے لوگی۔'' انہیں اپنے اتنے نزدیک دیکھ کر وہ گھبرا گئی، پلیٹ پکڑتی وہ ہلکے سے پیچھے ہٹی تھی۔

''نو تکلف۔'' اس کی جھجک بھرے انداز پر وہ مسکرائے تھے۔

''کس مصیبت میں وہ پھنس گئی ہے۔'' پلیٹ تھامے وہ یونہی بیٹھی رہی آزر نے چائے بناتے ہوئے اسے ہنوز بیٹھے دیکھا تھا، دبے قدموں چلتے اس کے برابر آ کر صوفے پر بیٹھ گے، اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور ان کے چہرے کے تاثرات پر وہ دہل کر رہ گی پھر بنا کسی لحاظ و مروت کے پلیٹ ٹیبل پر پٹختی اٹھ کھڑی ہوئی، اب چونکنے کی باری آزر کی تھی، اگلے پل وہ مسکرا کر اس کی راہ میں حائل ہو گئے۔

''اتنے عرصے سے یہاں آ رہی ہو اتنا تو اعتبار کرو۔''

''آگے سے ہٹیے۔'' وہ غصے سے چلائی تھی۔

''اگر نہ ہٹوں تو۔'' انہوں نے بوجھل لہجے میں کہتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا۔

''آپ......'' ایک جھٹکے سے انہیں دھکا دے کر پیچھے ہٹی۔

''اتنا غصہ نہیں میری......''

''شٹ اپ۔'' اس نے دروازے کی سمت بڑھنا چاہا لیکن اس سے پہلے وہ اس کا بازو تھام چکے تھے۔

اک کرنٹ سا اس کے جسم میں دوڑ گیا، ایسا لمحہ اس کی زندگی میں شاید پہلی بار آیا تھا، اپنی بے بسی پر اسے رونا آیا مگر اس کے سامنے آنسو بہا کر وہ خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی سو خود کو برقت سنبھالتی آنسوؤں کو اندر دھکیلتی ہاتھ چھڑوانے کی سعی کرنے لگی۔

''ہاتھ چھوڑیں میرا۔''

''اگر نہ چھوڑوں۔'' وہ اس پر جھکا تھا۔

''آزر بھائی!'' اس خوفناک منظر کو روشیل کی آواز نے توڑا تھا، آزر کا تیزی سے اس کی طرف بڑھتا وجود ٹھٹک کر رک گیا، وہ تیزی سے ان کا ہاتھ ہٹا کر پیچھے ہٹی، ایک پل ضائع کیے بغیر اپنا بیگ اور کتابیں اٹھاتی وہ دروازے کی طرف بھاگی کمرے میں بالکل خاموشی تھی، وہ روشیل کے سائیڈ سے گزر گئی، روشیل نے اک تاسف بھری نگاہ آزر پر ڈالی اور میرب کے پیچھے باہر بھاگا، تیز تیز قدم اٹھاتی تقریباً بھاگتی ہوئی وہ اس جگہ سے دور چلی گئی، اپنی بے بسی پر آنسوؤں کی بھاڑ پلکوں کو بھگوتی چہرے پر پھیلے جا رہی تھی سر پر کالے گرجتے بادل اس کے ساتھ ہی برسنے کو تیار کھڑے تھے وہ جتنی تیز رفتار کرتی ہوا کا بڑھتا دباؤ اتنی ہی تیزی سے پیچھے دھکیلتا جا رہا تھا، ٹپ...... ٹپ...... بارش کی بوندیں گرنے لگی، اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، کالے بادلوں سے ڈھکا وہ روتا دکھائی دیا اور وہ خود کو اب کی بار بنا آواز کیے رونے سے روک نہ پائی، جبھی گاڑی کا ہارن اسے اپنے قریب سنائی دیا، وہ سہم کر پیچھے ہٹی گاڑی رکی اس نے بھیگی آنکھوں سے آنے والے کو دیکھا تھا۔

''آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔'' گاڑی سے باہر نکلتے روشیل نے اسے یوں بچوں کی طرح روتے دیکھ کر کہا۔

''نن...... نہیں...... شکریہ میں چلی جاؤں گی، بارش ابھی رک جائے گی۔'' اس سہمے وہ بے حد خوف زدہ تھی، بھروسہ اعتبار جیسے لفظوں سے

انجان وہ بس گھر کی دیواروں میں محفوظ پناہ کی خواہش مند تھی۔

''دیکھیے موسم اور آپ، دونوں کی حالت خراب ہیں۔'' اس نے اس کے یوں سر عام رونے پر شاید طنز کیا تھا۔

میرب نے اس کے چہرے پر اک اچٹتی سی نظر ڈالی گویا فیصلہ کرنے میں دشواری کو حل کرنے کی کوشش کی ہو، وہاں متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ساتھ آنکھوں کا شفاف پن اب تک واضح تھا۔

اس کا اثباتی انداز دیکھ کر روشیل پلٹا اور اس کی تقلید میں چلتی ہوئی وہ بھی گاڑی میں آ بیٹھی روشیل کی نظریں میرب کی طرف اٹھی تھیں، اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا جبکہ آنکھیں آنسوؤں سے لباب بھری تھیں، لرزتے کانپتے ہاتھوں کی پشت سے ماتھے اور رخسار پر موجود آنسو اور بارش کا پانی پونچھتی جاتی۔

روشیل نے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے اسٹیئرنگ سے ایک ہاتھ اٹھا کر ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے دو تین ٹشو کھینچ کر اس کی طرف بڑھائے، اس نے بے دھیانی میں دائیں ہاتھ کی مٹھی میں دبا تو لیا، مگر گھبراہٹ میں آنسو اب بھی بائیں ہاتھ کی پشت سے صاف کیے جا رہی تھی۔

''مس! یہ ٹشو استعمال کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔'' متبسم لہجے میں کہا گیا۔

روشیل کا بات کا انداز ویسا ہی تھا جیسے وہ پانچ سال پہلے کرتا تھا۔

''ہا......'' جانے وہ کیا بول رہی تھی اس کی گھبراہٹ محسوس کر کے وہ خاموش ہو گیا، چند لمحے چھائی خاموشی کے بعد وہ آہستگی سے پوچھنے لگا۔

''انکل کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہیں۔'' وہ بامشکل ہی اس کی آواز سن پایا تھا۔

''اور شاہ رخ۔'' ان سوالات کی آڑ میں اس کا خوف کم کرنا چاہا تھا۔

''بس یہاں روک دیجئے، میں چلی جاؤں گی۔'' مین روڈ پر آتے ہی اس نے اسے گاڑی روکنے کے لئے کہا یہاں نسبتاً کافی رش تھا۔

''یہاں؟''

''بارش کافی تیز ہے میں آپ کو گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس کی نظریں بالکل غیر ارادی انداز میں اس کی طرف اٹھی تھی، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا، اس کے دیکھنے پر میرب نے نظریں جھکا لی تھیں۔

''اب ہم وہاں نہیں رہتے۔'' اسے گاڑی انہی پرانے راستوں پر ڈالتے دیکھ کر وہ دھیرے سے بولی تھی۔

''اوہ......تو جہاں رہتی ہیں وہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' وہ نظریں ونڈ اسکرین پر جمائے بولا تھا، پھر گھر کا راستہ بتانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

''بس یہاں ایک چھوٹے سے گھر کے سفید گیٹ کے قریب پہنچ کر گاڑی رکوائی۔'' اس کے نشان دہی کرنے پر روشیل نے گاڑی روک دی بارش اب تک ہو رہی تھی۔

''اس تیز بارش میں آپ نے میری مدد کی آپ کا شکریہ۔'' نگاہیں نیچی کیے اس نے اظہار تشکر کر ڈالا، پھر وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر گئی تو وہ بھی اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر اتر گیا۔

''میں...... میں انکل سے مل سکتا ہوں۔'' اس نے بابا سے ملنے کی اجازت چاہی تو وہ چونک گئی۔

''بابا نہیں ہیں۔'' اس کے جواب پر روشیل ٹھٹکا۔

''اور شاہ رخ؟''

''وہ بھی نہیں ہے۔'' جواباً وہ الجھا تھا، مزید وہ کچھ پوچھتا ناچار اسے بولے گے جھوٹ کی خود ہی تردید کرنی پڑی۔

''بابا کی تین سال پہلے وفات ہو گئی تھی اور شاہ رخ آرمی ٹریننگ پر ہے۔''

''آئی ایم سوری۔'' اسے انکل کی وفات کا سن کر بے حد دکھ ہوا تھا، آنسوؤں سے تر بغور اس نے اس کے چہرے کو دیکھا، والٹ سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالتا ہوا بولا۔

''یہ میرا کارڈ رکھ لیجئے اس میں میرے نمبرز ہیں اگر کبھی......''

''شکریہ۔'' اس نے کارڈ تھام لیا اور پلٹ گئی، روشیل کی نظروں نے اس کا تاقب کیا تھا، جب وہ اوجھل ہوئی تو گاڑی میں آ بیٹھا، ابھی تھوڑی دور ہی آیا تھا جب آسمان پر گرجتے برستے بادل اور کڑکڑاتی چمکتی بجلی اسے ماضی کی ایک ایسی ہی رات یاد دلا گئی وہ چونک اٹھا۔

''اس کا مطلب وہ گھر میں اکیلی ہو گی۔'' اک خیال کوندا اور اس نے گاڑی بے اختیار واپس موڑ لی۔

کانپتے ہاتھوں سے اس نے لاک کھولا پھر دروازے کو دھکا دے کر کھول دیا آہستگی سے قدم بڑھاتی وہ اندر داخل ہو کر گھپ اندھیر میں سوئچ بورڈ کے قریب آئی اور لائیٹ آن کی، یکدم کمرہ روشن ہو گیا، ہاتھ میں پکڑی کتابیں کچن کاؤنٹر پر رکھی تو نظر ان کے اوپر رکھے کارڈ پر پڑ گئی۔

''دھوکے باز لوگ۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

اس نے کارڈ اٹھا کر پرے پھینک دیا، گیلے دوپٹے کو لاؤنج میں رکھے صوفے پر پھیلاتی وہ خود بھی وہی بیٹھ گئی، آج سارے دن میں پے در پے ہونے والے واقعات نے اس کے اعصاب بری طرح شیل کر دیئے تھے، سوچتی اور آنکھیں بھیگے چلی جاتیں، رونے کا سلسلہ اب دوبارہ سے شروع ہو گیا تھا مزید اس سے شغف فرماتی کہ دروازہ پر ہونے والی دستک اسے سہما گئی۔

''اس وقت......کون ہو گا؟'' صوفے سے دوپٹہ اٹھا کر اوڑھنے سے پہلے اسی سے منہ صاف کیا اور دروازے تک آئی۔

''کون؟''

''روشیل!'' ہینڈل گھما کر اس نے دروازہ کھول دیا، سامنے ہی وہ کھڑا تھا، اس کی نگاہوں میں ابھرتی حیرت اگنور کرتا وہ مسکرایا۔

''میں نے سوچا آپ ڈر رہی ہونگی۔'' وہی پانچ سال پرانی والی یاد ایسی ہی ایک طوفانی رات تھی، مگر تب اور اب میں بہت فرق تھا۔

کئی لمحے بنا تاثر کے وہ اس کے چہرے کو دیکھے گئی پھر نگاہ اس کے پیچھے پھیلے منظر پر ٹھہری، وہ یونہی اس کے متوجہ ہونے کے انتظار میں کھڑا بارش میں بھیگ رہا تھا۔

آہستگی سے سائیڈ پر ہوتے میرب نے اسے اندر آنے کی خاموش اجازت دی اور وہ صد شکر کرتا قدم بڑھا کر اندر آ گیا، وہ اچھا خاصا بھیگ چکا تھا، خود پر نظر ڈالتا وہ خود کلامی سے انداز میں گویا ہوا۔

''کافی تیز بارش ہے، گاڑی سے دروازہ تک تو بھیگا، ہی تھا اور باقی آپ کے سوچنے کے عمل نے مجھے مزید بھیگنے میں مدد دی۔'' وہ گیلے بالوں کو ہاتھوں سے جھاڑتا کوٹ اتارنے لگا، روشل کی نظریں اس کے سنجیدہ چہرے کی طرف اٹھیں، آہستگی سے چلتی وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''یہ لیں۔''

''تھینکس۔'' اس نے تولیہ تھامتے ہوئے اک نگاہ میرب کے چہرے کو دوبارہ دیکھا۔
وہ کچن کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی، روشیل نے تولیے سے پہلے چہرا اور پھر بال خشک کیے جبھی اسے میرب کی آواز سنائی دی۔
''میں اب بارش سے نہیں ڈرتی۔'' کیتلی میں پانی ڈالتی وہ آہستہ سے بڑبڑائی تھی، کمرے کے وسط میں کھڑے روشیل نے پلٹ کر اس کے افسردہ وجود کو دیکھا وہ چائے کا پانی چولہے پر رکھ رہی تھی۔
''شاہ رخ کی ٹریننگ......'' وہ بس اتنا ہی پوچھ سکا۔
''دو سال کی ہے اور اسے گئے تین ماہ ہوئے ہیں۔'' اس نے اسے کہتے سنا وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف تھی اس کی طرف تو سرسری انداز میں بھی پلٹ کر نہ دیکھا تھا۔
''آپ نے گھر کیوں بدل لیا۔'' دونوں بازو سینے پر باندھ کر اس کے چوٹی میں بکھرے بالوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
''گھر بابا نے اپنی زندگی میں ہی سیل کر دیا تھا، غالباً اسی دن جس رات آپ غائب ہو گئے۔'' اس نے چائے کے کپ نکال کر کاؤنٹر پر رکھے اور پانی کے پکنے کا انتظار کرنے لگی۔
''اور میرے مشکوک ہونے کی تصدیق بھی اسی دن ہو گئی تھی۔'' اس نے سوالیہ نظروں سے میرب کو دیکھا تھا۔
''انہیں آپ کی امانت لٹانی تھی۔'' میرب نے اس کی بات کا جواب ضروری نہ جانا۔
''آپ کو ڈھونڈا مگر ان کی تلاش کے راستے وہاں نہ تھے جہاں آپ تھے ان کے تو گماں میں بھی نہ تھا کہ آپ......'' لمحہ بھر کو رکی کپوں میں چائے کا پانی الٹا کر وہ دوبارہ سے گویا ہوئی۔
''ویسے آپ سچ بھی بتا دیتے تو ہم آپ کا گیا بگاڑ لیتے یا آپ کے خیال سے کرایہ زیادہ وصول کرتے۔''
''بات تو سنیے۔'' بے اختیار روشیل نے اس کے نان اسٹاپ بولنے پر روکنا چاہا تھا۔
''آپ کی امانت اب میرے پاس ہے۔'' اسے اس کی وضاحت میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔
''کون سی امانت؟''
''آپ کے پیسے جو بابا کے آپریشن کے لئے آپ نے دیئے تھے۔'' کپوں میں دودھ ڈالتی وہ مڑی، کپ اسے تھما کر وہ واپس پلٹی ہی تھی جب وہ بولا تھا۔
''اتنی پرانی بات، مجھے تو یاد بھی نہیں۔'' اس کی بات پر اسے غصہ تو آیا مگر پی گئی تھی۔
''پیسے بینک میں ہیں آپ کو چیک دوں گی۔'' عادت کے برخلاف بڑے تحمل سے اس سے یہ گفتگو کا سلسلہ برقرار رکھے ہوئے تھی۔
''آپ آزر بھائی کے گھر کب سے ٹیوشن پڑھا رہی ہیں۔'' اس نے یکدم بات بدل دی سیدھا سیدھا مطلب تھا کہ وہ اس معاملے پر بات نہیں کرنا چاہتا۔
''بابا کی دیکھ بھال کے لئے مجھے اپنی جاب چھوڑنی پڑی اور ان کی وفات کے بعد مجھے دوبارہ کوئی جاب نہ ملی، اکیڈمی اور ٹیوشنز کرنے لگی، اکیڈمی کے توسعت سے ہی آزد صاحب کے گھر گی تھی ان کے بچے آپ کے......'' بڑی تفصیل سے وہ اسے بتا رہی تھی اگر چہ وہ جان گئی تھی کہ وہ اس کی باتوں کو اگنور کر رہا ہے۔
''میرے بھانجے ہیں۔'' گھونٹ بھرنے سے پہلے اس نے میرب کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہی تھی۔
''جس رات میں یہاں سے بن بتائے گیا

تھا اسی رات میری بہن رامین روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال کر گئی تھی، رات کے اس وقت آپ لوگوں کو جگانا مناسب نہ لگا، واپسی کب ہوتی؟ ہوتی بھی یا نا؟ مجھے ہرگز علم نہ تھا سو شکریہ کے چند حروف لکھنے کے علاوہ میں تفصیل نہ لکھ سکا۔'' وہ صوفے پر بیٹھ چکا تھا اور کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی میرب کو دیکھتا بول رہا تھا۔
''ممی، پاپا، بزنس، رامین کے بچے یہ سب میری ذمہ داری تھے اور ان میں اتنا گم ہوا کہ وہ چند ماہ یاد ہی نہ رہے۔'' چائے ختم ہو گئی تھی وہ اٹھ کر کاؤنٹر میں بنے سنک پہ کپ دھونے چلا آیا، اس کی نگاہ سنک کے قریب بے دردی سے پھینکے گئے کارڈ پر پڑی۔
''جب آپ سامنے آئیں تو زندگی کے وہ بیتے پل بھی سامنے آ کھڑے ہوئے۔'' میرب کی نگاہوں نے روشیل کی نظروں کا تاقب کیا تھا، وہ سٹپٹا سی گئی تھی۔
''وہ...... وہ...... یہاں بکس پر پڑا تھا۔'' اس نے کارڈ اٹھا کر کتابوں کے اوپر رکھ دیا، بنا جواب دیئے وہ نل کھولنے لگا اور جوں ہی وہ کپ دھونے لگا کہ میرب آگے بڑھ کر تیزی سے بولی۔
''میں دھولوں گی۔''
''مجھے دھونے میں کوئی......''
''نہیں۔'' اس نے کپ اس کے ہاتھ سے تھام لیا۔
روشیل نے ذرا چونک کر اس کی طرف دیکھا، صرف لہجہ ہی نہیں حلیہ بھی بدلا ہوا تھا، بلیک سوٹ میں آنسوؤں سے دھلا چہرہ کچھ الگ ہی تاثر دے رہا تھا، پانچ سال پہلے والی میرب سے قطعی مختلف، بڑا فارمل، سلجھا، ٹھہرا ہوا انداز ایک مختصر سا پل خاموشی کے ساتھ آگے سرکا، گہری نظروں کے ارتکاز کو محسوس کرتی وہ کپ دھونے میں مگن تھی، ذرا فاصلے پر کھڑا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا، بائیں آنکھ کے گوشے میں اٹکا پانی کا چمکتا قطرہ روشیل کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکا، اس نے کپ دھو کر سائیڈ ریک پر لگایا۔
''میرا خیال ہے بارش رک گئی ہے۔'' کمرے میں پھیلی خاموشی کو میرب کی آواز نے ہی توڑا تھا، وہ چونکا تھا۔
''ہوں۔'' سراسیمگی سی کیفیت سے نکلتا سر جھٹک کر دھیرے سے وہ بڑبڑایا وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا، عجیب سے احساس نے اس کی دل کی دھڑکن یکدم تیز کر دی، بارش رکنے پر باہر سناٹا پھیل گیا تھا اور کمرے میں سناٹا باہر سے کئی گناہ زیادہ اسے محسوس ہوا تھا، مگر اگلے پل اسے کم از کم یہ اعتراف خود سے کرنا پڑا کہ کچھ بھی ہے بائیں آنکھ کے کونے میں چمکتا پانی کا وہ قطرہ ڈسٹربنگ ضرور تھا، بے اختیار وہ پیچھے ہٹ گیا۔
''میرب!'' اس کے لبوں نے پہلی بار ''مس'' سے ہٹ کر اس کا نام لیا تھا، اپنے نام پکارنے پر ساس پین کو دھوتی اس کا ہاتھ ایک پل کے لئے رکا تھا، مگر خود کو نارمل ظاہر کرتی وہ مڑ کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔
''مجھ سے شادی کریں گی۔'' وہ سنجیدہ نظروں سے میرب کو دیکھنے لگا، کئی ثانیے بعد سامنے ساکت کھڑے وجود میں حرارت سی ہوئی، میرب کا چہرہ ضرورت سے زیادہ اسے سنجیدہ محسوس ہوا، وہ آگے بڑھی اور مین ڈور کھول دیا، پھر ہولے سے بولی۔
''رات کافی ہو گئی ہے میں گھر میں اکیلی ہوں اور آپ کی موجودگی میرے لئے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔'' اس کا لہجہ اور چہرا ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا، اس نے کیوں اس پر

اعتبار کر کے اسے اندر آنے دیا، روشیل نے گہرا سانس لیا تھا، صوفے پر رکھے کوٹ کو اٹھا کر وہ دروازہ تک آیا۔

"سوچیئے گا ضرور۔" قدم باہر رکھنے سے پہلے اس نے اک نگاہ اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا، بے ساختہ دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں تھیں، وہ باہر نکلا اور اس کے نکلتے ہی اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا، سر جھٹکتی اپنے تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتی وہ بیڈ روم میں آ کر بستر پر گر گئی۔

"اُف۔" اس نے گھبرا کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا جو بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔

"مجھ سے شادی کریں گی۔" کانوں کے قریب آواز ابھری تو کئی بے نام آنسو گالوں سے پھسل کر بستر میں جذب ہو گئے، روشیل کی خود پر جمی نظریں یاد کر کے اس نے بے ساختہ ابھی ہارٹ بیٹ تیز ہوتی محسوس کی تھی۔

☆☆☆

غیر مانوس سی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا، اس کا سیل فون بج رہا تھا، اسکرین پر انجانا نمبر چمک رہا تھا، وہ کچھ دیر ایسے ہی لیٹی رہی پھر ناچار اٹھا لیا۔

"ویسے میں فون پر بات کر کے بھی آپ کی تنہائی کم کر سکتا ہوں۔" وہ شوخی سے بول رہا تھا اور یہ شوخی اس کی آواز میں بھی رقم تھی۔

"آپ۔" وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی، لہجہ بھی حیرت زدہ تھا۔

"کیا آپ کسی اور کو **Expect** کر رہی تھیں۔"

"آپ کے پاس میرا نمبر کہاں سے آیا۔" اس کا سوال اگنور کرتی وہ حیرانگی لئے پوچھنے لگی۔

"نمبر لینا کون سا مشکل ہے مس۔" لفظ مس پر خاصا زور دیا گیا، پل بھر کو رک کر روشیل نے اس کے بولنے کا انتظار کیا مگر وہاں بد... خاموشی تھی۔

"آپ کچھ دنوں پہلے میرے آفس ... انٹرویو دینے آئی تھیں اور میں نے آپ کے ... وی سے آپ کا نمبر لے لیا۔" اس کے حیرت ... لہجے کا مزہ لیتا وہ نمبر حاصل کرنے کی ... بتانے لگا۔

"آج ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ مجھے بارش اور وہ بھی طو... بارش بہت اچھی لگنے لگی ہے۔" بڑا انوکھا سا اند... لئے ہوئے فون پر ابھرتی آواز اسے عجیب ... احساس سے دوچار کر گئی تھی۔

"آپ اپنے ہوش و حواس میں ہیں نا۔" ... زیادہ دیر خود کو تمیز کے دائرے میں رکھ نہ سکی تھی۔

"میں نے بقائمی ہوش و حواس آپ کو شا... کی آفر کی ہے۔" وہ اس کے پرانے انداز ... بولنے پر محظوظ ہوتا مسکرایا تھا۔

"اونہہ۔" ہلکے سے بڑبڑاتی وہ فون ... کرنے لگی جبکہ دوسری طرف وہ اس کا ارا... بھانپتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"پلیز فون بند مت کیجئے گا۔"

"مجھے سونا ہے۔" بڑا روکھا انداز لئے ... گویا ہوئی۔

"میرا آپ کو ڈسٹرب کرنے کا ہرگز کو... ارادہ نہیں صرف یہ پوچھنا تھا مما کو کب لے ک... آؤں۔" وہ اس کے تمام انداز اطوار اور انکار ... خاطر میں لائے بنا پوچھ رہا تھا، بنا کچھ بھی ک... اس نے فون بند کر دیا۔

"مما کو کب لاؤں۔" سر جھٹک کر اس ... روشیل کی نقل اتاری اور سونے کے لئے لیٹ... گئی۔

☆☆☆

رات دیر تک جاگنے پر صبح آنکھ بھی لیٹ کھلی، ہاتھوں سے بالوں کو ٹھیک کرتی وہ کچن میں آئی، چائے کا پانی چولہے پر رکھ کر وہ ناشتہ کیا کروں سوچتی فریج تک آئی تھی جبھی مین ڈور پر بیل بج اٹھی۔

"اب کون ہے؟" وہ سوچتی ہوئی دروازہ کی جانب بڑھ گئی، اس نے دروازہ کھول دیا، سامنے ہی پچاس سال کے لگ بھگ بڑی خوش شکل اور اسٹائلش سی خاتون کو کھڑے پایا۔

"آ...... آپ۔" وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

"یہ میری مما ہیں۔" جو چہرہ ان کے پیچھے نمودار ہوا اسے دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی۔

"السلام علیکم!" روشیل کے تعارف کروانے پر اس اخلاقاً سلام جھاڑا۔

"وعلیکم السلام!" بڑی محبت سے آنے والی خاتون نے جواب دیا تھا۔

"آئیں۔" وہ مرے مرے انداز میں پیچھے ہٹی اور انہیں اندر آنے کا راستہ دیا، وہ اندر لاؤنج میں آ گئے۔

"تشریف رکھیں۔" میرب کے اشارہ کرنے پر وہ خاتون بیٹھنے سے پہلے بولیں۔

"تم بھی بیٹھو میرب، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے سر اٹھا کر روشیل کو دیکھا جو یونہی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، وہ خائف ہو کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"شاہ رخ چھٹی پر کب آئے گا۔" بڑا محبت آمیز فرینک انداز تھا۔

"کچھ پتہ نہیں۔" نفی میں گردن ہلاتے وہ دھیرے سے بولی تھی۔

"تم بہت انوسینٹ ہو اور روشیل کی پسند اتنی معصوم۔" انہوں نے سر اٹھا کر روشیل کی پشت کو دیکھا، وہ کچن کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا۔

"میرب! تمہارے گھر میں کوئی اور نہیں جس سے یہ بات کروں، اسی لئے تم سے ہی ڈائریکٹ یہ بات کر رہی ہوں۔" میرب نے پریشانی سے انہیں دیکھا۔

"میں تمہیں اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔"

"مجھے۔" اس نے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"ہوں۔" زیر لب بولتیں انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاتھ دو، میں تمہیں انگوٹھی پہنا دوں۔" ہاتھ مسلتی سر جھکائے میرب سے وہ بولیں اور پھر خود ہی اس کا ہاتھ تھام کر انگوٹھی ڈال دی، چولہا بند کر کے وہ کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑا مما اور میرب کے درمیان ہونے والی کارروائی دیکھنے لگے۔

"روشیل نے اتنی جلدی مچائی ورنہ میں نئی بنواتی، خیر شادی پر یہ شوق پورا کروں گی۔" وہ یوں بول رہی تھیں جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔

"آنٹی!" اس نے جھکی نظروں کے ساتھ انہیں بے ساختہ پکارا تھا۔

"تم مما ہی کہو۔"

"میرب! روشیل نے مجھے تمہارے بارے میں سب بتا دیا ہے، شاہ رخ آئے تو ڈیٹ فائنل کرتے ہیں۔" میرب کا جھکا ہوا سر جھکا ہی رہ گیا، اس میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ ان سے انکار کر سکے۔

"میرب!" اسے مسلسل سر جھکائے کھڑے دیکھ کر انہیں اسے پکارنا پڑا تو میرب نے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو صاف کر کے سر اٹھایا، وہ محبتوں کا اک جہان آنکھوں میں سموئے اسے

دیکھ رہی تھیں، صرف ایک پل کے لئے اس کی نظریں ان کی نظروں سے ملی تھیں اور پھر دوبارہ جھک گئی تھیں اس نے انہیں کہتے سنا تھا۔

''صبح صبح تمہیں پریشان کیا مگر روشیل سے زیادہ مجھے تمہیں ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔'' وہ خاموش ہوئیں تو اسے چولہے پر رکھے پانی کا خیال آیا۔

''چائے۔'' میرب کے پوچھنے پر وہ سر نفی میں ہلا کر بولیں۔

''نہیں شکریہ بیٹا! روشیل کے بابا کو ان کی بہو دکھانی ہے اب تم جس دن بلاؤں گی اسی دن چائے پئیں گے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئیں تبھی روشیل بھی چل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا میرب کی نظر غیر ارادی طور پر اس کی طرف اٹھی۔

''سدا خوش رہو، مجھے روشیل کی پسند بہت اچھی لگی ہے۔'' انہوں نے مسکرا کر اس کا گال چھوا تو وہ نظریں جھکا کر پھیکی ہنسی ہنس پڑی، مسز احمد نے اس کا ماتھا چوم لیا، وہ دروازے کی جانب بڑھیں تو روشیل نے بڑی مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا اور نجانے کیا تھا ان آنکھوں میں کہ وہ گم صم وجود سٹپٹا سا گیا۔

☆☆☆

روشیل اور اس کی مما جا چکے تھے اور قریباً آدھے گھنٹے سے وہ ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو سکتے کی سی حالت میں گھورے چلے جا رہی تھی، اچانک فون بیل کی آواز اسے چونکا گئی وہ بھاگ کر کمرے میں آئی فون اٹھایا دوسری جانب توقع کے عین مطابق وہی تھا۔

''آپ اپنی مما کو لے کر کیوں آئے؟'' دانت پیستی ہوئی غصے سے چلائی۔

''کیا مطلب اور کس کو لے کر آتا۔'' اس کی بات پہ وہ حیران ہوا۔

''یہ...... انگوٹھی، یہ سب کیا ہے؟ آپ کیسے......'' غصے اور سراسیمہ کیفیت میں گھری بے ربط سا بولے چلی گئی اور یہ ساری صورت حال روشیل کو مزہ دے گئی۔

''رات تم سے پوچھا مما کو کب لاؤں، تم خاموش رہی اور تمہارا جواب جب دل کرے لے آؤں تصور کرتا، میں مما کو لے کر آ گیا۔'' وہ اطمینان سے بولا تھا۔

''اور میں کیسا ہوں بھئی ہم تو ایسے ہی ہیں۔''

''انگوٹھی والا فاؤل مما کر گئیں یہ مجھ کو، تم کو پہنانی تھی۔''

''آپ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔''

''ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی کتنا ہے پانچ سال پہلے کی چند مختصر ملاقاتیں وہ بھی ہرگز خوشگوار نہ تھیں۔''

''اور مزید کچھ بھی بولنے سے پہلے میری بات سنو، شادی جلد ہو گی بارشوں کا موسم شروع ہو گیا ہے اور اگلی بارش میں تمہیں میرے ساتھ اس گھر میں ہونا چاہیے، تمہارے خیال میں کون سی ڈیٹ ہونی چاہیے۔''

''جب سب کچھ طے کر لیا ہے تو مجھ سے اور میرے بھائی سے یہ پوچھنے کا تکلف کیوں۔'' وہ نئے سرے سے چڑ کر اپنے ازلی منہ پھٹ انداز میں بولی۔

''مس! آپ کا انداز مجھے پانچ سال پہلے کی ملاقاتیں یاد دلا گیا ہے۔'' وہ بھرپور انداز میں مسکرایا تھا، ریسو کے پار اس کے غضب ناک تاثرات کا بخوبی اندازہ کر کے۔

''مس!'' اس نے زیر لب دہرایا اور وہ اس کی بات سمجھتا شوخی سے مسکراتا بولا۔

''اوکے، مس نہیں بولتا تمہاری خواہش پر میرب ہی کہوں گا۔''

''یہ میں نے کب کہا۔'' اس کی بات پر وہ بلبلا اٹھی۔

''میرب! خاموش ہو جاؤ پلیز اور بتاؤ کیا تم یہ رشتہ نہیں کرنا چاہتی۔'' اب کی بار وہ بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''کیا جانتے ہیں آپ میرے بارے میں اور کیا جانتی ہوں میں آپ کے بارے میں۔''

''خیر تمہارے بارے میں تو میں سب کچھ اچھی طرح سے جانتا ہوں۔'' وہ پھر شوخی سے مسکراتا اسے چھیڑنے لگا۔

''اور میرے بارے میں جان لو کہ گزری رات میں کالے کپڑوں میں ملبوس لڑکی مجھے اچھی لگنے لگی ہے مگر پانچ سال پہلے والی میرب وقار لڑتی جھگڑتی بہت زیادہ اچھی لگتی ہے۔'' وہ بڑے جذب سے ایک ایک لفظ پہ خاص زور دیتا بول رہا تھا۔

''آ...... پ...... آپ۔'' مارے حیرانگی کے الفاظ منہ سے نہیں نکل رہے تھے۔

''سن تو لو، پہلے ہی آپ آپ شروع کر دیا۔'' وہ اس کی کیفیت پر ہنستا ہوا بولا۔

''اب یہی جاننا چاہو گی پہلے والی لڑکی زیادہ کیوں اچھی لگتی ہے تو بڑی سادہ سی وجہ ہے اور یہ کہ وہ میرب میرے دل و دماغ کے کونوں میں بس گئی تھی جیسے تم نے آ کر پہلے باہر نکالا اور پھر محبت کا احساس دلا کر مجھے میری زندگی میں اپنی موجودگی کی خبر دی۔''

''لگتا ہے اس کے سارے طور طریقے بھول گئے ہیں۔'' اس نے بڑے طنزیہ انداز میں پوچھا تھا۔

''یاد ہیں، یاد ہیں مس میرب وقار بڑی اچھی طرح سے تمہیں یہی تو بتانے والا ہوں، میں نہ تو تم سے صفائی والے کو آدھے پیسے دلواؤں گا، نہ ہی تمہارے واش روم میں ہونے پر پانی کی موٹر بند کر کے پیسے چارج کرنے کا مطالبہ کروں گا اور سنو کھانا دینے پر تمہیں ایرا غیرا بھی نہیں کہوں گا، جب تیار ہو کر کہیں جاؤ گی تو پانی کی بالٹی بھی تمہارے اوپر نہیں پھینکوں گا۔'' وہ جن باتوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا، وہ اس کے لئے باعث ندامت تھی، اسی لئے اس کا سر جھک گیا تھا۔

''وہ سب۔'' اس نے دھیمے سے وضاحت دینے کی کوشش کی۔

''اوکم آن میرب، تمہیں صفائی دینے کی ضرورت نہیں یہ سب تو تمہیں یہ بتانا تھا کہ تم مجھے بھولی نہیں تھی اور یاد تو تمہیں میں بھی تھا، بس فرق یہ تھا تم مجھے پانچ سال ڈھونڈتی رہی اور میں......''

''خوش فہمی ہے، میں نے آپ کو پیسے لٹانے کے لئے تلاش کیا تھا۔'' جھٹ سے بولتی وہ خود پر لگنے والے الزام پر تلملا اٹھی۔

''او یاد آیا وہ سب پیسے شاہ رخ کے ہیں، جب وہ برسر روزگار ہو جائے گا تو اس کی شادی کی شاپنگ کرنا او کے آل رائیٹ اب ذرا آگے بڑھتے ہیں۔''

''میرب، شاہ رخ میرا بھائی ہے اور ہماری ذمہ داری سو اس کی طرف سے پریشان مت ہونا، چلو فٹافٹ بتا دو برات کب لے کر آؤں؟''

''اتنی آسانی سے مان جاؤں۔'' اب کے میرب نے شوخی سے کہا۔

''کیا مطلب، اس بات کو ماننے کے لئے بھی کوئی شرط......'' جواباً بے ساختہ وہ چلایا۔

''اب کیا کریں ہم تو ایسے ہی ہیں۔'' کندھے اچکائی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی، فون کے دوسری جانب اس کی ہنسی پر وہ چونکا اور خود بھی مسکرا دیا۔

☆☆☆